صدائے غیب

ملفوظات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی

(تذکرہ - ملفوظات - کلام)

ازافادات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

یادگار

حضرت اقدس مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : صدائے غیب (تذکرہ۔ملفوظات۔کلام)

صاحب ملفوظات : شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۹/ ستمبر ۲۰۱۵؁ء بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس : 11182 رابطہ: +92.21.34972080، +92.316.7771051
ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

"یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے"

(نظم بہ عنوان)

زبانِ عشق

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

درِ راز شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پاسکتے نہیں دردِ نہانی

لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے
بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دعاؤں سے اور انکی صحبتوں سے

وہ شاہ دوجہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کر پائے

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

بگوید زیں سبب ایں عشق بے باک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یہ دولت دردِ اہلِ دل کی اخترؔ
خدا بخشے جسے اس کا مقدر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افتتاحیہ

احقر محمد اختر عفااللہ عنہ اس کتاب ''صدائے غیب'' کا آغاز سراپا شفقت و کرم اور سراپا عشق و محبت اور سوختہ جان از عشق حق حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم ہی کے دو اشعار سے کرتا ہے جبکہ اپنی کتاب معارف مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور معارف شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا افتتاحیہ احقر نے اپنے ہی اشعار سے کیا تھا جس کا صرف ایک شعر نمونۃً یہاں بھی پیش کرتا ہے۔

شمس تبریزی کے سینے میں جو تھا اک راز غم
اس کتاب عشق میں وہ درد پنہاں دیکھیے

اب اس تمہید کے بعد حضرت پرتاب گڑھی کے وہ اشعار درج ذیل کرتا ہوں جو ابتدائے سلوک سے انتہائے سلوک تک رہنمائے سالکاں ہے۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں، اس حال کو اکمل دیکھا ہے

جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڑھی کے یہ دو اشعار سالکین کے لیے باعث طمانیت قلب اور درس تفویض و تسلیم کے مدرس بھی ہیں یہ سالکین کے لیے ایسے انوار حکمت اور موعظت پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں مایوسی اور ذہنی کلفتوں کے اندھیرے تسلیم ورضا کی فرحت و سرور کے اجالوں سے تبدیل ہوجاتے ہیں، مخدومی حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم جو پاکستان میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

ایک عظیم المرتبت یادگار ہیں نے ان اشعار مذکورہ کو اپنی ایک خصوصی اہل علم کی مجلس میں پڑھ کر فرمایا کہ قلب خواہ جس قدر بھی بے کیف ہو مگر ہمارے مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کے یہ اشعار قلبِ بے کیف کو باکیف کر دیتے ہیں، پھر فرمایا کہ مولانا کو مجھ سے اور مجھے مولانا سے شدید تعلق ہے، میری خیریت ملنے میں اگر تاخیر ہو جاتی ہے تو مولانا بذریعہ تار میری خیریت معلوم کرتے ہیں۔

راقم الحروف

محمد اختر عفا اللہ عنہ

عظمت تعلق مع اللہ

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاج قیصری
ذرّۂ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہٗ عرض کرتا ہے کہ اس ناکارہ کا ارادہ تھا کہ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم جب سعودیہ عرب سے وطن تشریف لائیں تو احقر سفر ہند کرے، لیکن اچانک مخدومی حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب دامت برکاتہم نے احقر کو اطلاع فرمائی کہ مولانا پرتاب گڑھی کی علالت کا تار آیا ہے، اس خبر نے قلب کو بے چین کر دیا، ویزا منظور شدہ موجود تھا فوراً ۸ دسمبر ۱۹۷۶ء کو بذریعہ طیارہ دہلی پہنچا اور ۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو الٰہ آباد پہنچا۔ الحمد للہ! حضرت اقدس پرتاب گڑھی کو بخیریت پا کر جان میں جان آئی، قلب مسرور ہوا۔ بزمانۂ قیام الٰہ آباد حضرت کی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس ناکارہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اپنے اکابر و مشائخ سے جو باتیں سنتا رہا اس کو حتی المقدور قلم بند کرتا رہا، اسی معمول کے مطابق حضرت اقدس کے ارشاداتِ گرامی اور اشعارِ عارفانہ کو بھی لکھتا رہا، ایک دن حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ آپ نے میرے منتخب کلام کو بنام ''نوائے غیب'' لکھا تھا اب اس مجموعۂ کا نام ''صدائے غیب'' تجویز کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جلد اس کتاب کی طباعت کا غیب سے سامان فرمائیں۔ ناظرین کرام کے سامنے یہ کتاب صدائے غیب وہی کتاب ہے جس کو حضرت والا پرتاب گڑھی نے مع اسم اور مسمیٰ عطا فرمایا تھا اور جس کے لیے دعائے تکمیل فرمائی تھی، یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے باب اوّل ''تذکرہ و تعارف'' باب دوم ملفوظات باب سوم ''کلام منتخب'' باب دوم ملفوظات کے ضمن میں وہ اشعار بھی حضرت والا کے آگئے ہیں جن کی تشریح خود حضرت نے اپنی متعدد مجلسوں میں بیان فرمائی تھی۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں اور ہمارے مشائخ کرام و اکابر اور جملہ اہلِ ذوق حضرات کو اس کتاب سے مسرور فرمائیں، آمین۔ جملہ ناظرین کرام سے یہ ناکارہ اپنی استقامۃ و مغفرت بے حساب اور حسن خاتمہ کے لیے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۶ ذوقعدہ ۱۳۹۷ھ ۸ نومبر ۱۹۷۷ء

اشعار بنام جناب دبیر احمد صاحب

دبیر صاحب حضرت مولانا پرتاب گڑھی سے تربیتی تعلق رکھتے ہیں۔ الٰہ آباد سے ہجرت کرکے رفاہ عام سوسائٹی کراچی میں مقیم ہیں، ان کی محبت میں حضرت والا کے تین اشعار مندرجہ ذیل ہیں جو اس وقت موزوں ہوئے تھے جب یہاں سے موصوف حضرت کے پاس گئے اور پھر چند دن کی ملاقات کے بعد واپسی کی اجازت چاہی ؎

تو ملا تو دل کو خوشی ہوئی تو گیا تو روح کو غم ہوا
تو ہزاروں کوس پہ جا بسا ترا عشق پھر بھی نہ کم ہوا

تری شان صدق کو کیا کہوں تجھے کیوں نہ دل سے دعائیں دوں
مری بزم سے تو گیا مگر کسی بزم میں نہ تو ضم ہوا

نہ کسی پہ تری نظر پڑی نہ کسی کا تجھ پہ اثر ہوا
در غیر پر کبھی آج تک ترا سر دبیر نہ خم ہوا

❖❖❖❖

دیدۂ اشک باریدہ

لذتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اخترؔ

تقاریظِ اکابر و مشائخ

تقریظ از حضرت قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی میرے محترم جناب مولانا محمد اختر صاحب زید مجدہ سے کراچی میں ۲ مئی ۱۹۷۸ء کو شرفِ ملاقات میسر ہوا۔ ممدوح صاحبِ دل ہیں، دل سے صاحبِ سوز ہیں اور کلام سے صاحبِ ساز ہیں۔ اس سوز و ساز کے ساتھ اپنی تازہ تالیف ”صدائے غیب“ سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا جس کے جستہ جستہ مقامات سے مستفید ہوا۔ کتاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے تذکرہ اور ملفوظات اور کلام منتخب پر مشتمل ہے، ان اہل اللہ کا تذکرہ حق کا تذکرہ ہے:

اِذَا ذُکِرُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ذُکِرُوْا

صاحبِ صدائے غیب اور موضوعِ تذکرہ حضرت پرتاب گڑھی کے ذکرِ مبارک نے دل میں سرور، آنکھوں میں نور پیدا کر دیا حق تعالیٰ اس مبارک تذکرہ اور کلام عارفانہ سے اربابِ استعداد کو مستفید فرمائے اور یہ کلمات خیر بہت سوں کے لیے اکسیر شفا ثابت ہوں۔

محمد طیب عفی عنہ
رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند
۲ مئی ۱۹۷۸ء

تقریظ از حضرت مخدومنا و مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم

(ناظم دعوۃ الحق ہردوئی، یوپی۔ ہند)

خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے اشعار جو درحقیقت روح کے لیے باعث انوار ہیں کی طباعت کا ارادہ معلوم کرکے بیحد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص آپ پر ہے کہ حضرت موصوف جیسے شیخ کامل سراپا محبت و عشق کے ملفوظات اور منتخب کلام کو جمع کرکے شایع کررہے ہیں، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ قبول و نافع فرمائیں۔

ابرار الحق

۱۳؍ رمضان مبارک ۱۳۹۷ھ

تقریظ از حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم پرتاب گڑھی حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہیں۔ آپ سراپا محبت اور اہل دل ہیں، موصوف کا کلام بھی انوار نسبت سے معمور ہے اور قلوب سالکین وعاشقین کے لیے آبِ حیات ہے۔ موصوف سے میری پرلطف ملاقات سرزمین عرب پر بزمانۂ حج ہوئی تھی جس کے نقوش اب تک قلب پر تازہ ہیں اور تازہ تر ہوتے رہتے ہیں۔

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ ایک اللہ والے کے مقالاتِ روحانی اور منتخب کلام کو جمع کر کے شایع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائیں اور اہل دل حضرات کے لیے سرمایۂ تسکین بنائیں، آمین۔

احقر محمد عبد الحی (کراچی)

۳ ذوقعدہ ۱۳۹۷ھ

تقریظ از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راقم الحروف نے چند سال پیشتر حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے ادبی پائے کے متعلق لکھا تھا "بعض اہلِ دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوّت ہے، وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرمستی کا نتیجہ ہے اور اس کے لیے وہ کسی خارجی مدد اور مقامِ آمد وقت کے محتاج نہیں ہوتے، ان کی خوشی و سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ ان کے دل میں ہوتا ہے، خواجہ میر درد نے جو خود صاحبِ دل اور صاحبِ درد تھے، اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے۔

جایئے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

غرض اس باطنی کیفیت، یقین و مشاہدہ، دعوت کے غلبہ اہل عصر و اہل تعلق کو حقائق سے آگاہ کرنے اور منزلِ مقصود پر پہنچانے کے جذبۂ اخلاص و دردمندی، روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اس سب کے ساتھ ذوق سلیم اور زبان پر قدرت نے حضرت شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بلند ادبی مقام عطا کیا ہے اور انہوں نے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کے لیے ایک مستقل باب پیدا کر لیا ہے جو ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اب جبکہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی مدظلہ کا مجموعۂ کلام پاکستان

سے شایع ہونے جارہا ہے (جس کا اہتمام ہندوستان میں بھی کیا جارہا ہے) تو میں یہ الفاظ مولانا محترم کے کلام کے متعلق پھر دہرانا چاہتا ہوں، حضرت مولانا صاحبِ دل ہونے کے ساتھ صاحبِ ذوق بھی ہیں اور اس دور آخر میں خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کے بعد تو ان ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں، مولانا کے کلام میں درد کی چاشنی، عشق کی حلاوت، اور محبت کا سوز و گداز موجود ہے اور دلوں کو مسرور اور سامعین و قارئین کو مسحور کر دیتا ہے، مجھے امید ہے کہ اصحابِ ذوق مولانا کے پاکیزہ کلام سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

ابوالحسن علی، لکھنؤ

۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں
تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دوجہاں

بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں
ایک تدبیر کمزور ہے آشیاں

چشمِ ترخوں فشاں آہ سوزِ سماں
ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں

کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں
اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں

کیا جہاں میں نمودار خود ہو گئے؟
ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں

ہستیٔ انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود
تیرے اندر ہے وہ خالقِ دوجہاں

ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے
اس حماقت پہ ہے لعنتِ دوجہاں

یہ صدا سُن لو اخترؔ کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کر دو فدا اپنی جاں

باب اوّل (تذکرہ وتعارف)

وطن مالوف

حضرت پرتاب گڑھی دامت فیوضہم ضلع پرتاب گڑھ (یوپی) کے ایک مختصر آبادی والے گاؤں پھولپور کے رہنے والے ہیں، لیکن اکثر قیام صابری منزل الٰہ آباد میں رہتا ہے۔ اس ناکارہ کا آبائی وطن موضع اٹھیہ بھی پھولپور سے زیادہ دور نہیں ہے۔

سلسلۂ نسب روحانی

حضرت پرتاب گڑھی حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور ان کی صحبت میں طویل عمر مجاہدات اور ریاضتوں میں گزاری۔ اب انہیں مجاہدات کے انوار اور خوشبو سے خلق مستفید ہورہی ہے۔ حضرت سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، پھر یہ سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔

ہمارے مشائخ کا حسنِ ظن اور والہانہ تعلق

یہ امر تقریباً سبھی حضرات پر واضح ہے کہ حضرت پرتاب گڑھی کو حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفائے کرام سے بے حد محبت وعقیدت ہے اور اپنی مجالس میں تربیت اور اصلاح کے اکثر وہی اصول بیان فرماتے ہیں جو تھانہ بھون سے جاری ہوئے تھے۔ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پرتاب گڑھی سے بہت محبت فرماتے تھے اور اسی طرح ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم بھی نہایت درجہ حضرت پرتاب گڑھی سے محبت رکھتے ہیں اور حضرت پرتاب گڑھی حضرت والا کے یہاں تشریف لانے والے تھے تو ہمارے حضرت مرشد نے اپنے بعض احباب کو اس عنوان سے اطلاع فرمائی کہ بڑے مولانا

تشریف لا رہے ہیں۔ مرشدنا حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اس ناکارہ نے حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے تجدید بیعت کی اور اصلاحِ نفس کا تعلق بھی باضابطہ حضرت والا سے ہے، لیکن حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم سے بھی یہ ناکارہ اوائل عمر ہی سے بے حد عقیدت اور محبت رکھتا ہے اور اس محبت کو سرمایۂ سعادت سمجھتا ہے، ہمارے حضرت مرشد ہردوئی دامت فیوضہم نے اس ناکارہ کو احقر کے زمانۂ قیامِ ہردوئی میں ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایک خط ہر روز حضرت پرتاب گڑھی کو لکھ دیا کرو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ حضرت مرشدنا فداہ قلبی وروحی کے درجات کو دونوں جہاں میں متصاعد اور متزائد فرمائیں، آمین۔

ہمارے حضرت مولانا مرشدنا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پرتاب گڑھ کا اور پھر حضرت کے گاؤں پھولپور کا بھی سفر فرمایا تھا، وہاں پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مولانا محمد احمد صاحب کے انوار زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں۔ اور اپنے ایک معاصر دوست حکیم سعید احمد صاحب مرحوم سے فرمایا کہ مولانا صاحبِ نسبت بزرگ ہیں۔ اسی طرح حضرت مرشدنا ہردوئی نے بلگرام میں حضرت پرتاب گڑھی کا بیان کرایا، بیان عجیب جوش وخروش اور اس عاشقانہ وعارفانہ انداز سے ہوا کہ حضرت مرشدنا ہردوئی نے سامعینِ کرام سے فرمایا: آج آپ لوگوں نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کا بیان سن لیا۔ جب ہمارے ان اکابر اور مشائخ کرام کو اس درجہ حسنِ ظن ہے کہ جن کی بصیرت و نظر کا یہ ناکارہ ادنیٰ غلام ہے، تو اس ناکارہ کو حضرت پرتاب گڑھی دامت فیوضہم کے تعارف کرانے کے لیے خود کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، لیکن حصولِ سعادت کے لیے صرف ایک شعر سے یہ ناکارہ بھی تعارف پیش کرتا ہے۔

تعارف

اس سفر میں احقر جب بمبئی حاضر ہوا تو حضرت مرشدنا ہردوئی کی وہاں بھی معیت اور صحبت کی دولت نصیب ہوئی۔ احقر نے حضرت والا سے مناسب موقع اور فرصت دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! احقر نے مولانا محمد احمد صاحب دامت فیوضہم کی شان میں ایک شعر عرض کیا ہے جس سے الٰہ آباد کے احباب بہت مسرور ہوئے۔

اے تو صد مینا و صد جام و سبو
اے تو تنہا میکدہ از فیض ہو

حضرت والا سن کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور خوشی سے مسکرائے اور آنکھوں میں خوشی اور مسرت کی ایک خاص چمک محسوس ہوئی، جو اکثر حضرت والا کے مسرور ہونے کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

پرتاب گڑھ الہ آباد، اعظم گڑھ اور ہردوئی میں گاہ گاہ ہمارے حضرت مرشدنا ہردوئی اور حضرت اقدس پرتاب گڑھی کا مجالس دینیہ کے مواقع پر اجتماع ہو جاتا ہے، جس کو وہاں کے بعض اہل علم اجتماعِ حضرات شیخین سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ ہر دو بزرگ ایک دوسرے کا اس طرح اکرام کرتے ہیں کہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان میں بڑا کون ہے ایسی بے نفسی اور للّٰہیت کو دیکھ کر بے اختیار یہ مصرعہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ وَكَفَىٰ بِهِمْ فَخْرًا

ہمارے حضرت مرشدنا ہردوئی دامت فیوضہم فرمایا کرتے ہیں کہ اہلِ علم اور مقتدا حضرات کو بھی آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہیے اس سے اور منافع علمیہ و عملیہ کے علاوہ نفس میں بڑی سلامتی رہتی ہے ورنہ مستقل اپنی مسند سے چپک کر بدون عذر بیٹھ رہنے سے نفس میں بڑائی آ جاتی ہے۔ (مجالس ابرار: حصہ دوم)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔ ہمارے حضرت مرشدنا فرمایا کرتے ہیں کہ لوگ وحدۃ مطلب کو غلط سمجھے حتیٰ کہ بعض ہمارے ہی سلسلہ کے لوگوں نے میرے وعظ میں شرکت کو دریافت کیا کہ شریک ہوں یا نہ ہوں؟ شیخ اور مرشد کا حق مثل باپ کے ضرور ہے لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ چچا اور دوسرے رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں، ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپسی تھانہ بھون پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کر لیا کرتے تھے۔ امراضِ نفس کا مشورہ تو صرف اپنے

مرشد سے کرے لیکن مہمان نوازی، وعظ سننا اور ملاقات کرنا دوسرے اکابر سے کہاں منع لکھا ہے۔ (مجالس ابرار: حصہ دوم) حضرت پرتاب گڑھی مدفیوضہم کے مواعظِ حسنہ الٰہ آباد میں ''روح البیان'' کے نام سے (مجلد خوبصورت سرورق کے ساتھ) شایع ہوچکے ہیں، یہ مختصر سا تذکرہ ہے باقی تعارف اور حالات کو احقر حضرت والا پرتاب گڑھی کے کلامِ عارفانہ سے باب سوم میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کرے گا، بقول اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ؎

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اب اس باب کو غزلیات حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعروں پر ختم کرتا ہوں ؎

دولت عشاق او پائندہ باد
نہہ فلک مر عاشقاں را بندہ باد

بوستان عاشقاں سرسبز باد
آفتاب عاشقاں تابندہ باد

(از معارف شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مؤلف احقر صفحہ ۴۴)

ترجمہ: خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کی دولت ہمیشہ باقی رہے اور ہفتِ افلاک عرش وکرسی سے ان کی رفعتوں کو بلند فرما اور ان عاشقانِ خدائے تعالیٰ کا باطنی باغ قرب ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور ان عاشقان حق کا آفتاب ہمیشہ روشن رہے۔

ہمارے عظیم محسن حضرت مرشدنا ہردوئی دامت فیوضہم نے عاشقان حق کے بارے میں احقر کے سنائے ہوئے ان اشعار کو الٰہ آباد میں بہت پسند فرمایا تھا اور فرمایش کرکے اس ناکارہ سے دوبارہ سنا تھا اس لیے یہاں بھی ان کو درج کرنا باعثِ برکتِ اکابر ہونے کے اپنی سعادت سمجھتا ہوں ؎

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشّاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

(باب اوّل تمام شد)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

راقم الحروف طالب دعا
محمد اختر عفا اللہ عنہ

نفس کے بندے

چین اِک پَل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کرکے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

باب دوم

ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم

۱۔**فرمایا کہ** حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک یہودی آیا اور خود کو مسلمان ظاہر کرکے عرض کیا کہ مجھے اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ[1] پر اشکال اور اعتراض ہے کہ مومن کو کیا فراست ملتی ہے؟ فرمایا: اس کا جواب یہ ہے کہ تو یہودی ہے اور مجھے دھوکا دینے آیا ہے۔ حضرت پرتاب گڑھی نے فرمایا کہ فراست کشف سے ارفع اور اعلیٰ نعمت ہے۔

۲۔**فرمایا کہ** حضرت خواجہ معصوم باللہ نے فرمایا کہ محض روح عبادات یعنی امتثالِ اوامر ونواہی نہ بجالاسکتی تھی اس لیے اس کو جسم عطا کیا، تاکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وجہاد وغیرہ کے احکام کو بجالائے۔ قیامت کے دن جسم کے ان اعضاء کو جن کے ذریعہ بندہ طاعات بجالاتا ہے ایسا قرب اور نورِ حق تعالیٰ شانہ عطا فرمائیں گے کہ باطن ظاہر کے قرب پر رشک کرے گا۔

۳۔ **فرمایا کہ** ایک گھونٹ پانی کے شکر کے لیے ازل سے ابد تک کی عبادت بھی کافی نہیں ہے۔

۴۔**فرمایا کہ** حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے حق تعالیٰ نے فرمایا (بطور الہام) کہ میرے دروازے پر عاجزی کی راہ سے آسکتے ہو، تکبر کی راہ سے نہیں آسکتے۔

۵۔ **فرمایا کہ** ایک بزرگ بعد نماز فجر مسجد میں ذکر و تلاوت اور نماز اشراق پڑھ کر نکلے۔ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اتنی دیر تک مسجد میں کیا کرتے ہیں؟ اس سے ناشتہ میں دیر ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ میں اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا۔

۶۔**فرمایا کہ** سلوک کا حاصل اپنے کو مٹادینا ہے اور اپنا یہ شعر پڑھا ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

---

[1] جامع الترمذی: ۱۴۴/۲، کتاب التفسیر، سورۃ الحجر، ایج ایم سعید

۷۔ **فرمایا کہ** مٹکے کو پہلے نل کے نیچے خود اپنا ظرف پانی سے بھرنا چاہیے اور جب بھر کے ابلنے لگے تو دوسروں کو وہ حصہ تقسیم کرتا رہے جو بھر کر چھلکتا رہے۔ اسی مثال سے سالکین کو سمجھ لینا چاہیے کہ پہلے اپنا قلب بھرے جب بھر کر چھلکنے لگے تو دوسروں کو افاضہ کرے۔ پس اہل اللہ کا دل جب انوار الٰہیہ سے بھر کر بہنے لگتا ہے تو وہ بولتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں، یعنی مبتدی اور متوسط کو سکوت اور منتہی کو نطق زیبا ہے جس کا معیار اس کا مربی اور مرشد ہے اس کی اجازت اور رائے اس امر میں کافی ہے۔

۸۔ **فرمایا کہ** حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر کوڑا پھینکا گیا تو فرمایا: الحمد للہ۔ کسی شاگرد نے دریافت کیا کہ یہ کیا موقع ہے الحمد للہ کا؟ فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی اس لیے یہ مقام شکر ہے۔

۹۔ **فرمایا کہ** کسی بزرگ کے پاس جاوے تو نشیب بن کر جاوے، ہر کجا پستی است آب انجارود، (ترجمہ) پانی نشیبی زمین کی طرف بہتا ہے پس جس قدر فانی ہو کر بزرگوں کے پاس بیٹھو گے اسی قدر ان کا فیضان آپ کے قلوب میں آوے گا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میرے تو ایک خاص شیخ ہیں جو معالج نفس ہیں اور باقی میرے شیوخ بہت ہیں، کیوں کہ میں بزرگوں کے پاس نشیب بن کر بیٹھتا ہوں لہٰذا اگر وہ ارادہ بھی نہ کریں تو بھی پانی بدون ارادہ نشیب کی طرف آجاتا ہے، پھر یہ اپنا شعر پڑھا۔

اس کو اہل محبت سمجھتے ہیں بس
مقتدا وہ نہیں جو نہیں مقتدی

۱۰۔ **فرمایا کہ** حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں گونگا تھا آپ نے مجھے بلوایا یعنی صلاحیتِ تقریر و خطابت بخشی، پس اگر میرا بولنا آپ کے بندوں کے لیے مفید ہو تو یہ خیر ہے ورنہ پھر گمنامی کی طرف لوٹا دیجیے۔

۱۱۔ **فرمایا کہ** حق تعالیٰ شانہ کے راستے میں صرف جذبات سے کام نہیں چلتا بلکہ جذبات کو کبھی دبانا بھی پڑتا ہے پھر اپنا یہ شعر فرمایا۔

بھٹک کے منزلِ جاناں سے دور جا پہنچے
جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

ہمارے حضرت مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی اس مجلس میں تشریف فرما تھے، اس شعر کو سن کر ہنستے ہوئے فرمایا: اس کی شرح کو اس مثال سے سمجھیے جیسے کہ نوافل کے فضائل سن کر جوش میں کوئی عصر کی فرض نماز کے بعد بھی پڑھنا شروع کردے، حالاں کہ فرض عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع اور مکروہ ہے۔ پس اس وقت جذبہ عشق کو دبانا ہی رضائے حق ہے۔

۱۲۔ **فرمایا کہ** صاحبِ نسبت اور عاشقانِ خدا اگر خاموش بھی ہوتے ہیں تو بھی قلوب ان کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے پھر یہ اپنا شعر سنایا۔

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی
ان سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے قلب کو غیر اللہ سے خالی رکھتے ہیں اور پھر عجیب درد سے اپنا یہ شعر سنایا۔

نہ کوئی راہ پاجائے، نہ کوئی غیر آجائے
حریم دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

۱۳۔ **فرمایا کہ** اہل اللہ اگر چہ مفلس و قلاش ہی ہوں لیکن حرص و طمع اور تعلق سے وہ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتے ہیں۔ اور بڑے سے بڑے رئیس کو خلاف شرع امور میں روک ٹوک کرتے ہیں یا پھر اس مجلس سے اسی وقت بے نیاز ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یعنی جب اس برائی اور منکر کو ترک کرنے پر اہل مجلس تیار نہ ہوں پھر اپنا یہ شعر سنایا۔

تعلق سے غنی کے ہوگیا غیروں سے مستغنی
پسند آئے نہ کیوں ان کو مرا مغرور ہو جانا

مگر اس استغنا کی شان میں کبھی تحقیر خلق اور اپنی بڑائی کا حصہ بھی نفس میں آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے دوسرے شعر میں حضرت پرتاب گڑھی نے اس کا بھی علاج فرمایا۔

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمد
خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

۱۴۔ **فرمایا کہ** غالب نے کہا تھا ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اور میں اس شعر کو یوں پڑھتا ہوں ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

۱۵۔ **فرمایا کہ** جو طالب ہوا وہ واصل ہوا اور جو واصل نہ ہوا وہ طالب ہی نہیں تھا احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون اس شعر کی شرح ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست و گر نہ طبیب ہست

۱۶۔ **فرمایا** ہم لوگ کعبہ شریف حاضر ہیں اور اگر اس گھر والے کو نہ راضی کیا اور اس کو نہ پایا تو پس حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سن لیجیے ؎

اگر چہ کوچۂ جاناں میں آ آ کر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو، گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت کی مراد یہ ہے کہ خانۂ خدا کی زیارت کے ساتھ خدائے خانہ کی رضا اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام بھی ضروری ہے یعنی تقویٰ کا اہتمام مقصود ہے کیوں کہ گناہوں سے اگر استغفار اور توبہ نہ کیا تو تجلیاتِ کعبہ گرد آلود آئینہ دل کو کیا نظر آئیں گی البتہ فرض حج کا ادا ہو جائے گا۔

۱۷۔ **فرمایا کہ** بعض سالکین مجاہدات سے گھبراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاصی اور گناہوں کا تقاضا ہی ختم ہو جاوے، یہ نادانی ہے، زندگی بھر مجاہدہ کے لیے تیار رہے اور پھر یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

کمال عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ مجلس میں کچھ دیر کے لیے خاموشی ہوئی، پھر ایک صاحب نے حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ حضرت! کسب اور خلق کا فرق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں: بجلی کا بٹن دبانا کسب ہے اور روشنی کا آجانا یہ خلق ہے، اسی طرح روشنی بند کرنے کے لیے پھر بٹن دبانا یہ کسب شر ہے اور اندھیرا ہو جانا شر کا خلق ہے۔ پس اندھیرے کمرے میں بیٹھ کر بٹن نہ دبانا اور توکّل کیے رہنا کہ روشنی آجاوے گی یہ نادانی کا توکّل ہے، اسباب خیر کو اختیار کرنا اور اسباب شر سے دور بھاگنا یہ بندہ کا کام ہے اس پر اس کو جزا دی جاوے گی اور اس کے خلاف پر اس کو سزا دی جاوے گی۔

۱۸۔ **فرمایا کہ** ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر پیاس سے جان جاتی ہو ایک پیالہ پانی کی قیمت کیا دو گے؟ کہا: آدھی سلطنت۔ پھر پوچھا کہ اگر وہ ایک پیالہ پانی اندر رک جاوے اور پیشاب نہ اترتا ہو اور جان جاتی ہو تو اگر وہ ایک پیالہ پیشاب کوئی نکال دے تو کیا دو گے؟ کہا: بقیہ آدھی سلطنت۔ فرمایا بس جاؤ! قیمتِ سلطنت معلوم ہو گئی۔

۱۹۔ **فرمایا کہ** اللہ والوں کو جنّت کا لطف دنیا ہی میں ملنے لگتا ہے اور نافرمانوں کو دوزخ کی تکلیف (قلب کی پریشانی) دنیا ہی میں محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور فرمایا کہ میں نے جنّت اور دوزخ کو اور سنّت اور بدعت کو اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
ہم تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنّت ہے
مئے توحید سے سرشار ہوں سنّت ہے یہی
دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

فرمایا کہ اسی طرح زندگی اور موت کو اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

زندگی نام ہے اطاعت کا اور غفلت کا نام ہے مرنا
مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل اس کو کہتے ہیں دوستو! مرنا

۲۰۔ **فرمایا کہ** جس گیند کو زمین پر پٹکا جاتا ہے وہی اوپر جاتی ہے۔ اسی طرح جس طالب کو شیخ ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اس کو باطنی ترقی بھی خوب عطا ہوتی ہے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے، لیکن اس ڈانٹ ڈپٹ کو طلب نہ کرے اور اسبابِ ناراضگیٔ شیخ سے بہت اہتمام سے بچے۔ اس ملفوظ سے مراد یہ ہے کہ احیاناً کوئی خطا ہوجائے اور مرشد ڈانٹ ڈپٹ کرے تو برا نہ مانے اور اپنے لیے اس کو نافع سمجھے۔

۲۱۔فرمایا کہ حق تعالیٰ کا قرب ان کی اطاعت میں اور ان کا بُعد ان کی نافرمانی میں ہے۔ اللہ والوں کو اگر اپنی حضوری میں ذرا بھی کمی محسوس ہوتی ہے تو ان کی بے کیفی کا یہ عالم ہوتا ہے۔

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے

۲۲۔فرمایا کہ صاحبِ نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر چھوڑنا بھی چاہے تو اسے اس کی قدرت نہ ہو، مجبورِ محبت ہو کر رہ گیا ہو، بدون ذکر اس کو اپنی زندگی موت معلوم ہوتی ہو اور اس کو شعر کے اندر صاحبِ نسبت ہونے کا مفہوم میں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کر آنے نہ پائیے

اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار پر آنے نہ پائیے

۲۳۔فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی جنت میں نہ جائے گا مگر حق تعالیٰ کی رحمت سے، کیوں کہ جنت کی نعمتیں غیر محدود اور لامتناہی ہیں اور اعمال محدود اور متناہی ہیں پس متناہی اور محدود کی جزا غیر متناہی اور غیر محدود کیسے ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک ہزار سال کے مجاہدات سے یہ مقام دل میں پیدا ہوجائے کہ ہمارے اعمال کچھ نہیں صرف رحمتِ حق سے مغفرت ہوگی تو بہت کچھ مل گیا۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے: یعنی اعمال میں کوتاہی نہ کرے، لیکن اعمال پر بھروسہ اور نظر نہ رکھے، نظر اور اعتماد حق تعالیٰ کی رحمت پر رکھے کیوں کہ اعمال پر بھروسہ اور نظر سے خود بینی اور عجب پیدا ہوجاتا ہے جو حق تعالیٰ کی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔

۲۴۔ **فرمایا کہ** حق تعالیٰ کا قرب جو اولیاء کو عطا ہوتا ہے اس میں ایک مقام حضوری کا ایسا آتا ہے کہ حضوری کا ہوش بھی نہیں رہتا۔

ہو گیا محو کچھ اس طرح دید میں
اب حضوری میں ہوشِ حضوری نہیں

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت پر تاب گڑھی نے اپنے کو بہت چھپایا لیکن اشعار میں کچھ کچھ نمایاں ہو جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خود اپنا مقام بیان کر جاتے ہیں۔ اور یہ لفظ ''ایسا معلوم'' محض احتیاط فی التحریر ہے ورنہ احقر کو تو یہی حسن ظن ہے کہ حضرت اپنا ہی مقام بیان فرماتے ہیں، جناب اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اللہ والوں کو تو ہر وقت حضوری میسّر ہے مگر ہم سے ناکاروں کو تو نماز میں بھی حضوری نہیں ہوتی دل اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے نماز میں قلب کو حاضر کرنے اور حاضر رکھنے کا عجیب اور نافع اور سہل ترین نسخہ بیان فرمایا جس کو حالیہ سفر ہند میں احقر نے قلم بند کر لیا تھا اور اب یہاں اپنے تمام احباب حتیٰ کہ ہمارے محترم مولانا مفتی صاحب نے بھی سن کر اس پر عمل کر کے اس کے نفع سے اظہارِ مسرت فرمایا۔ وہ نسخۂ کیمیا تاثیر یہ ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہو اور دل بھاگنے لگے یا غائب ہو جاوے تو یہ سوچے کہ اگر کسی تھانہ کا معاینہ ایس پی کرنے آئے اور تمام سپاہی اور چوکیدار سب حاضر ہوں مگر تھانہ دار صاحب غائب ہوں تو ایس پی اس تھانہ کا معاینہ کیسا لکھے گا؟ پس اپنے قلب کے بارے میں یہ سوچے کہ میرے تمام اعضا سپاہی ہیں اور دل تھانہ دار ہے اور احکم الحاکمین سامنے ہماری نماز کا معاینہ فرما رہے ہیں پس اگر دل کو حاضر نہ رکھا تو نماز کا معاینہ احکم الحاکمین نامۂ اعمال میں کیسا لکھیں گے اور نماز میں دل پر خاص توجہ رکھے کہ حاضر ہے یا نہیں؟ رکوع میں دل بھی جھکا یا یا نہیں؟ یا صرف جسم ہی جھکا اور سجدے میں دل نے بھی اپنا سر رکھا یا صرف ظاہری سر ہے اور جب دنیا کے کسی کام میں غائب ہونے لگے تو اس سے

خیال ہی خیال میں یہ کہے (زبان حرکت نہ کرے) کہ داروغہ جی! کہاں جارہے ہو؟ تھانہ کا معاینہ ہورہاہے بس: داروغہ جی کو بار بار حاضر کرتا رہے۔ احقر مؤلف نے جب حضرت مفتی صاحب کو یہ نسخہ حضرت اقدس کے حوالے سے بتایا، تو دوسرے دن فرمایا کہ اب نمازوں میں داروغہ جی کو ہم بھی تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کہاں جارہے ہو؟ اور خوشی سے ہنس پڑے۔

۲۵۔**فرمایا کہ** طاعات میں عشق و محبت کی روح شامل ہونے سے کچھ عجیب ہی قرب عطا ہوتا ہے اور پھر جوش میں ان اشعار کو پڑھا ؎

زہد و ریاضت میں رہے یا آہ کا نعرہ کرے
ضربوں سے ذکر و شغل کے دل اور جگر پارہ کرے
بے عشق کچھ حاصل نہیں ہر چند سر مارا کرے
عاشق جمالِ یار کا ہر لحظہ نظارہ کرے

۲۶۔**فرمایا کہ** اللہ حاضری، اللہ ناظری اور اللہ معی کا ایک بزرگ کو جب وہ سات سال کے تھے بتایا گیا، پھر جب دس برس کے ہوئے تو انکو اسماء کا تصور اور مراقبہ بھی بتایا گیا۔ پس جب ۱۲ سال کے ہوئے ولایت عطا ہو گئی۔

۲۷۔**فرمایا کہ** جس طرح ظاہری اعمال میں اتباع رسول مطلوب ہے اسی طرح باطنی اعمال صبر و تسلیم و رضا و توکل میں بھی اتباع رسول مطلوب ہے۔ آپ کے جملہ اخلاق حسنہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مطلوب ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

صورت انساں جو ہے وہ نہیں انساں ہے
ہے وہی انساں جو ہے خُلق نبی سے مستنیر

۲۸۔**فرمایا کہ** حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غریب نے کہا آج آپ کے لیے میں کھانا لاؤں گا۔ منظور فرمالیا۔ پھر ایک امیر آیا اس کی دعوت بھی منظور کرلی۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ جب دونوں کھانا لاویں گے تو کیا پہلے شخص کو اعتراض نہ ہو گا۔ فرمایا دو مکّے ماروں گا ارے نادان! دونوں کے کھانوں کو ملالوں گا اور کھالوں گا اور دونوں کا دل خوش ہو جاوے گا۔

۲۹۔ فرمایا کہ ایک گاؤں کے دوست تھے شعر بھی کہتے تھے ان کے بعض شعر پر مجھے ہنسی بھی آتی ہے اور لطف بھی ملتا ہے ان کے اس شعر میں کیسی سادگی ہے اور وحشت کو عجیب انداز سے بیان کیا ہے شعر یہ ہے۔

نکل بھاگا ترے کوچہ کی جانب تیرا دیوانہ
نہ ٹھہرا ایک دم جنت میں وحشت اس کو کہتے ہیں

۳۰۔ فرمایا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اللہ اللہ کرتے جارہے تھے۔ الہام ہوا: تیرا یہ منہ اور میرا نام پاک۔ خاموش ہوگئے۔ الہام ہوا کہ میرے بغیر کیسے قرار آگیا پھر ذکر کرنے لگے۔ حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ساتھ کچھ اس طرح بھی معاملات خاص فرماتے ہیں۔

۳۱۔ فرمایا کہ ایک بستی میں بہت سے لوگوں نے توبہ کی۔ ایک شخص بہت طاقتور پہلوان قسم کا تھا اس نے کہا کہ دیکھوں! مجھے کیسے توبہ کراتے ہیں؟ میرے پاس بہت دلیری سے آیا، میں نے ڈانٹ کر کہا: کیوں جی! سب نے توبہ کی اور تم نے اب تک توبہ نہیں کی۔ خبردار! جلدی توبہ کرو۔ بس اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب پر رعب طاری فرمادیا اور اس نے فوراً توبہ کرلی۔

۳۲۔ فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آیات برأت نازل ہوئیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کرو۔ عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی۔ اس جواب پر بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اس وقت غلبۂ توحید سے ایسا جواب صادر ہوا مگر علمائے محققین کا یہ قول منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منشاء یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونے ہی کی بدولت یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمایا کہ برأت کے لیے وحی کا نزول ہوا۔

۳۳۔ فرمایا کہ شیخ کامل کی مثال اس نالی کی طرح ہے جو کسی کھیت تک صحیح وسلامت پہنچ کر اس کو سیراب کرتی ہے اور پیر ناقص کو اس نالی کی طرح سمجھنا چاہیے جو درمیان درمیان سے کٹی، پھٹی، ٹوٹی ہو اور اس کا پانی ادھر ادھر بہہ جاتا ہو تو جو کھیت اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ خشک اور بنجر ہی رہتے ہیں۔

۳۴۔**فرمایا کہ** غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے بعض نو مسلموں کو تالیف قلوب کے لیے کچھ مال غنیمت زیادہ دے دیا، شیطان نے بعض انصار نوجوانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اپنے وطن والوں کو انصار مدینہ پر ترجیح دی گئی۔ ایک انصاری نے اپنی تلوار کے خون کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ ہم پر ان کو ترجیح کیوں دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جو خطبہ دیا اس کو سن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آنسو اس قدر بہے کہ ان کی داڑھیوں سے ٹپک رہے تھے۔ اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انصار مدینہ! جب یہ چند نوجوان اپنے ساتھ چند اونٹوں اور بکریوں کو تم سے زائد لے کر مکہ کی طرف جائیں گے اس وقت تم لوگ اپنے ساتھ خدا کے رسول کو ساتھ لے کر جاؤ گے اور ہمارا جینا مرنا تمہارے ہی ساتھ ہو گا، ان کے حصے میں یہ اموال فانیہ جو زائد دیئے گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دیئے گئے تھے کہ ان نوجوانوں کا نیا نیا اسلام تھا ان کی تالیف مقصود تھی۔

۳۵۔ **فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں وہی حال اس کے لیے نافع ہے اپنی تجویزات کا راستہ نافع نہیں ہوتا پھر ان اشعارِ پُر کیف کو پڑھا ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڑھی کے ان اشعار کو بزمانۂ حج جناب حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم نے بھی سنا تھا اور بارہا کراچی میں احقر سے فرمایا کہ ماشاء اللہ عجیب اشعار ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اسباب خوشی سے خوشیاں محسوس کرنا تو کفّار بلکہ جانور بھی جانتے ہیں۔ مثلاً کتا بلّی بھی گوشت کے چھیچھڑے دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں، لیکن بدون اسبابِ خوشی کے خوشیاں اڑانا اور حقیقی ودائمی بہار لوٹنا یہ اولیاء اللہ کا حصہ اور ان ہی کا نصیب ہے، کیوں کہ ان کی بہار اور خوشی کا تعلق مافوق الاسباب سے ہے، جہاں شمس و قمر نہیں، جہاں

دن ورات نہیں، جہاں یہ زمین وآسماں نہیں، انہوں نے عالم لامکاں سے تعلق اپنی ارواح کا وابستہ کرر کھا ہے جس کے سبب اس عالم متغیر کے حدوث اور تغیر کا اثران کی خوشی کو متغیر اور فانی نہیں کرتا۔ غیر فانی ذات باری تعالیٰ شانہ سے تعلق اور رابطہ کا یہی انعام ملتا ہے۔ حضرت عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تا ابد از دوست سبز و تازہ ایم
ایں بہارے نیست کو را دے رسد

ترجمہ: قیامت تک ہم اپنے مولائے کریم کے کرم سے سبز اور تازہ بہار ہیں، ہماری بہار ایسی نہیں ہے جس کو خزاں پہنچ کر تہہ وبالا کردے۔

رنگِ تقویٰ رنگِ طاعت رنگِ دیں
تا ابد باقی بُود تا یوم دیں

ترجمہ: دنیا کی ہر چیز فانی اور عارضی ہے مگر تقویٰ اور عبادت کا نور قیامت تک عابدین کی ارواح میں باقی رہتا ہے۔

اسی مضمون کے بالکل مطابق حضرت پرتاب گڑھی کے اشعار بھی ہیں۔

لطف جینے کا اسے حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی نہ بزم عاشقاں

آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

عاشقوں سے مراد عاشقانِ خدا اور گلستانِ عشق سے مراد حق تعالیٰ کی محبت ہے اور نفسانی اور مجازیٔ عشق کے بارے میں تو حضرت عارف رومی فرماتے ہیں کہ۔

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بُود
ایں فساد از خوردن گندم بُود

ترجمہ: عشق نفسانی تو عشق نہیں فسق ہے کیوں کہ یہ روٹیوں کا فساد ہے، چند دن کھانا نہ ملے تو سب

عشق کافور ہو جاوے جس وقت دمشق میں قحط پڑا تھا تو دنیاوی عاشقوں کو بھوک کی تکلیف سے اپنے سارے معشوق فراموش ہو گئے، جیسا کہ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

۳۶۔فرمایا کہ لوگوں کو اسم اعظم کی تلاش ہے لیکن اسم اعظم پر میرا یہ شعر ہے ۔

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسمِ اعظم ہے

اصلاحات بر اشعار غاؔلب

۳۷۔فرمایا کہ غالب کا شعر ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

میں نے اس میں یہ ترمیم کی ہے (اور ہنس کر اس شعر کو اس طرح پڑھا)۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو پاجاتے ہیں انعام

۳۸۔ فرمایا غالب کا شعر ہے۔

عشق نے غاؔلب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر ہنس کر اس شعر میں کیا خوب ترمیم فرمائی۔

عشق نے احمؔد مجلّٰی کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عشق مجازی نکمّا کرتا ہے اور عشقِ حق تعالیٰ کا منّور کرتا ہے، لہٰذا

ہر دو شعر اپنے محل استعمال کے لحاظ سے مبنی علی الحقائق ہیں۔

حسن مجازی پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا۔

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

۳۹۔فرمایا کہ غالب کا شعر ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اس کی ترمیم میں نے اس طرح کی ہے۔

قتل کے بعد بھی نادم وہ جفا سے نہ ہوا
اس نے سیکھا ہی نہیں ہائے پشیماں ہونا

۴۰۔فرمایا کہ غالب کا شعر یہ ہے۔

رات کو خوب سی پی صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی

میں نے یہ ترمیم کی۔

قابل حیف ہے ظالم یہ تری بدبختی
تیرا ایماں بھی گیا، ہاتھ سے جنت بھی گئی

حضرت پرتاب گڑھی کی شان میں ان کے عاشق مرید کامل کے دو شعر مجھے بہت پسند آئے۔

الٰہ آباد سے جانے کا جب وہ نام لیتے ہیں
تو فرطِ غم سے ہم اپنا کلیجہ تھام لیتے ہیں

ختم ہوتی ہے جہاں عقل و خرد کی پرواز
ترے افکار کا ہوتا ہے وہاں سے آغاز

۴۱۔**فرمایا کہ** جگرؔ صاحب کا شعر ہے ؎

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جارہا ہوں میں

حضرت پرتاب گڑھی نے اپنے مذاقِ فنائیت اور کمالِ محبت سے اس میں یوں ترمیم فرمائی ؎

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں کو دل سے پیار کیے جارہا ہوں میں

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ پرست کو حضرت نے اپنے انوارِ علم کی برکت سے حذف فرما کر نعم البدل عنوان اختیار فرمایا اور دوسرے مصرعہ میں حضرت نے اپنی تاریخ زندگی کا مکمل شعبۂ اخلاق بیان فرمادیا کہ اپنے موذیوں اور ستانے والوں کے ساتھ حضرت کا ہمیشہ درگزر اور احسان و کرم و پیار ہی کا معاملہ رہا۔ جیسا کہ حضرت کا دوسرا شعر مذکور ہوچکا ہے ؎

جو رو ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
اخترؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

۴۲۔**فرمایا کہ** صدیقین کو شہداء پر حق تعالیٰ نے مقدم بیان فرمایا، کیوں کہ شہادت نعمت عظمیٰ تو ہے مگر صدیق وہ کام کرتا ہے جو نبی کرتا ہے، اگر سب شہید ہوجاویں تو کارِ نبوت کون کرے گا جو صاحبِ نسبت اللہ کے لیے دین کی تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا کام کررہے ہیں اس پر سینکڑوں شہید قربان ہوں۔

۴۳۔**فرمایا** تمنائے موت علامتِ ولایت اس وقت ہے جبکہ وہ لقاء مولیٰ کے لیے ہو پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ[۱]

۴۴۔**فرمایا** حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا آپ کی مرضی کے موافق سنت ہے اور آپ کی محبت کو اپنی مرضی سے کرنا بدعت ہے۔

---

[۱] الجمعة:٦

۴۵۔ **فرمایا کہ** ہر بدعت قبیح ہے **کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ**[۳] میں کل استغراق کے لیے ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کاش! ہمارے زمانے کے علماء بدعت حسنہ کا لفظ استعمال کرنا ترک کر دیتے۔ حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر خوب ہے۔

قول جو تھا حق وہی لب پر رہا
حلق میرا گو تہہ خنجر رہا

۴۶۔ **فرمایا** ایک صوفی کو ہدیہ آتا تھا وہ تقسیم فرمادیا کرتے تھے **الهدايا مشتركة** پر عمل تھا مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہدایا گھر بھجوادیتے تھے کیوں کہ یہ فقیہ تھے۔ صوفی پر غلبۂ حال تھا یا ان کے بال بچے نہ رہے ہوں گے۔

۴۷۔ **فرمایا** دو تہائی اولیاء حنفی گزرے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام قرب نہایت اعلیٰ ہے۔

۴۸۔ **فرمایا** حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں وضو فرماتے تھے وہاں کچھ پودے پیدا ہوگئے تھے، کیمیا گروں نے آزمایا تو اس سے سونا بننے لگا، جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو سب اکھاڑ پھینکا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں جب کیمیا کا بہت غلبہ ہوا تو آپ نے کیمیائے سعادت لکھی تاکہ دائمی سعادت اور راحت کا نسخہ ہاتھ لگے پھر حضرت پرتاب گڑھی نے یہ مصرعہ پڑھا۔

ہر کیمیا سے بہتر دل کو گداز کرنا

۴۹۔ **فرمایا کہ** غالب نے کہا تھا۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس کی اصلاح اس طرح سے کر دی ہے۔

جانتے گر ثواب طاعت و زہد
پھر طبیعت نہ کیوں ادھر آتی

۳۔ صحیح مسلم: ۱/۲۸۵، کتاب الجمعة، ایچ ایم سعید

۵۰۔**فرمایا کہ** شریعت کے حدود عاشقوں کے لیے انعام عظیم ہیں۔

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

۵۱۔**فرمایا کہ** کمال تفویض اور حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا سلوک کا اعلیٰ مقام ہے اس مضمون پر میرا یہ شعر ہے۔

گزر گئی جو گزرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

۵۲۔**فرمایا کہ** رسوخ نسبت یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت قلب کو تعلق خاص عطا رہنا اور کسی وقت غفلت اور ذہول نہ ہونا اس مضمون کو اس شعر میں اللہ تعالیٰ نے عجیب انداز سے بیان کرا دیا ہے۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

۵۳۔**فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ کی لذت کو اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

۵۴۔**فرمایا کہ** طالب کے لیے اپنی رائے کا فنا کرنا اس راہ کی اولین شرط ہے جس کو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آیئے

۵۵۔**فرمایا کہ** غالب کا شعر ہے کہ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

یہ شعر مایوسی پیدا کرتا ہے میں نے اس کی ترمیم واصلاح اس طرح کی ہے ۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا

ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی قسمت کو یوں بناؤں گا

احقر مؤلف عرض کرتا ہے جن حضرات کو طریق سے مناسبت ہے وہ ان اشعار کی قدر خوب سمجھیں گے کہ مایوس بندوں میں بھی یہ اشعار امید کی روح پھونک دیں گے۔

۵۶۔**فرمایا کہ** میں تمہارے اس مصرعہ پر اپنا مصرعہ لگاتا ہوں ۔

جو محبت میں جاں گنواتا ہے
ایک عالم الگ بناتا ہے

مصرعہ اولیٰ حضرت کا ہے اور ثانیہ احقر کا ہے۔

۵۷۔**فرمایا کہ** اپنے احباب کی ملاقات کی مسرت کو اور جدائی اور رخصت ہونے کے غم کو اس شعر میں بیان کیا ہے ۔

ترا آنا مرے احساس میں جانِ مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے غم ہے حسرت ہے قیامت ہے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت پرتاب گڑھی اپنے خدّام اور دوستوں کے جاتے وقت اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔

۵۸۔**فرمایا کہ** آج بہت کمزوری اور نقاہت تھی لیکن پھر دوستوں کی ملاقات کو نکل پڑا اور پھر یہ شعر اسی وقت فی البدیہہ پڑھا ۔

دم نہیں ہمت نہیں لیکن نکل پڑتا ہوں میں
یاد آئی ان کی جب احمدؔ اچھل پڑتا ہوں میں

۵۹۔فرمایا کہ ابھی ابھی یہ تازہ اشعار ہوئے ہیں اگرچہ آپ سے ملاقات ابھی ابھی ہوئی لیکن پھر دل نے چاہا کہ۔

پھر ملاقات تری بارِ دگر ہو جائے

(یہ مصرعہ احقر مؤلف کا ہے)

پھر حضرت پرتاب گڑھی نے اپنا تازہ شعر سنایا۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

سمجھتا خاک اسرار محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

۶۰۔فرمایا کہ

جملہ اوراق کتب در نار کن
سینہ را از نور حق گلزار کن

اس شعر میں نورِ حق سے مراد آتش عشق الٰہی ہے یعنی جملہ اوراق کتب کو عشق حق کی آگ میں ڈال دو جس کا حاصل یہ ہے کہ زاہد خشک مت بنو، طریق محبت اختیار کرو، یہ راہ جلد منزل تک پہنچاتی ہے۔اسی طرح یہ مصرع جو ہے۔

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہاں بھی مراد یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرو جو صرف عاشقانِ حق یعنی اہل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔اگر نظر مرشد ضروری نہ ہوتی تو درسیات کا ہر فارغ ولی اللہ بھی ہو جاتا۔

۶۱۔فرمایا کہ بصیرت کی آنکھیں جب کھل جاتی ہیں تو فنائیت اس کی لازمی علامت ہوتی ہے۔پھر اپنا یہ شعر پڑھا۔

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

۶۲۔ **فرمایا کہ** لوگ قیودِ شریعت سے گھبراتے ہیں حالاں کہ یہ وہ لذیذ قید ہے جس کو میں نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

قیودِ شرح پہ واللہ! سو آزادیاں قرباں
کہاں یہ حظِ نفسانی، کہاں وہ لطفِ روحانی

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ محبت کی پابندیاں عاشقوں کو لذیذ ہوتی ہیں، چناں چہ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل! کوئی میعاد نہیں ہے

۶۳۔ **فرمایا کہ** ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تصوف کی اصطلاحات فنا وبقا و قبض وبسط عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نہ تھی یہ سب صوفیوں نے بنا رکھی ہے۔ میں نے کہا آپ کو کسی اور فن کے اصطلاحات سے نفرت ہے یا صرف تصوف ہی سے وحشت ہے۔ آپ نے فن اصول حدیث میں حدیث مرسل، موقوف، منقطع، حسن، صحیح، مرفوع وغیرہ جو پڑھا ہے کیا یہ اصطلاحات اس زمانے میں تھی۔ اب جواب سنیے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ[۱] پس اپنی خواہشات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع کردینا بدرجۂ کمال یہی فنا ہے اور اعمال سنت پر استقامت یہی بقا ہے۔ اس جواب سے موصوف مطمئن اور مسرور ہوگئے۔

۶۴۔ **فرمایا کہ** حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں بعض اہل قلم سے نہایت درجہ فروگزاشت اور نادانی اور علمی سطحیت اور تفقہ وتدبر علمی سے بے مائگی کا ظہور ہوا ہے پھر عظمت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ شعر پڑھا ؎

بیچ میں شمع تھی اور چاروں طرف پروانے
ہر کوئی اس کے لیے جان جلانے والا

---

[۱] کنز العمال: ۱/۲۱۷(۱۰۸۴)، باب فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

پھر حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے بیس دلائل عظمت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بیان فرمائے:

۱) اگر تنقید سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالاتر نہ سمجھنے کا حاصل یہ ہو کہ کسی کا بھی تزکیہ کامل نہ ہوا جبکہ ان کے مزکی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو یہ قول لازمی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تربیت اور شان تزکیہ کی تنقیص اور توہین کرتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں ایک بھی کامل نہ پیدا ہو سکا کہ وہ شریعت میں فانی ہوتے حالاں کہ موقع تمنن پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الخ[۵] اگر سب ناقصوں کی بھیڑ تھی تو یہ تمنن کیا؟

۲) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ[۶] اولیائے مقربین کے لیے حفاظت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت ہے۔

۳) حدیث پاک اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ[۷]
اگر کُل حضرات صحابہ عادل اور مقتدانہ ہوتے تو یہ جملہ مشروط ہوتا مگر مطلق فرمایا۔

۴) اگر کسی استاد کے سو شاگرد ہوں اور سب کے سب فیل ہو جائیں تو استاد پر بالیقین حرف آئے گا، لہٰذا جملہ صحابۂ کرام کو معیارِ حق سے گرانا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کو لازم کرتا ہے۔

عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ (أَوْ كَمَا قَالَ)[۸]

۵) حدیث موقوف کو حکماً مرفوع قرار دیا گیا اور اس پر امّت کا اجماع ہے پس ان کا عدل اور ان کی دیانت پر اجماع ہوا کیوں کہ دین کے باب میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑ سکتے۔

---

۵ اٰل عمرٰن:۱۶۴
۶ الحجر:۴۲
۷ ذکرہ البیہقی فی کتابہ المدخل
۸ جامع الترمذی:۹۶/۲،باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة،ایچ ایم سعید

۶) حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعۡمَۃً ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ [۹] حق تعالیٰ شانہ نے ان آیات مذکورہ میں حضرات صحابہ کے قلوب میں اپنی طرف سے جس تحبیب ایمان اور تکریہ کفر وفسوق اور عصیان کا ذکر فرمایا ہے کیا یہ تحبیب و تکریہ ناقص تھی جو ان کے ایمان اور حفاظت عن المعاصی پر اعتراض کیا جارہا ہے پھر اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ جملۂ اسمیہ سے بیان فرما کر کیا دوام رشد اور ثبات واستقامت کی خوشخبری نہیں دی، آگے علیم وحکیم بیان فرما کر حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ یہ انعامات کا من جملہ اور مصالح وحکمتوں کے یہ بھی ہے کہ بعد کے نااہل وناداں اہل قلم کے اعتراضات لچر سے ہم باخبر ہیں اس فتنے کے انسداد کی خاطر ہماری حکمت ان بشارتوں کی مقتضی ہوئی۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ علیم وحکیم کے عجیب لطائف حضرت نے بیان فرمائے جو قابل وجد ہیں۔

۷) یوم عرفہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ [۱۰] توکیا اس اکمال اور اتمام کا مصداق بھی کوئی اس وقت تھا یا نہیں۔ اگر سب کے سب ناقص اور معیار حق سے گرے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے تو ان آیات کے نزول کا صرف یہ مقصد ہوا کہ یہ اکمال اور اتمام صرف لغت تک محدود تھا مگر ان مفاہیم کے مصادیق نہ تھے۔

۸) کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ کے مصداق حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور یہ خَیۡرَ اُمَّۃٍ ان کے نزدیک گویا معیار حق سے گری ہوئی ہے۔

۹) اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ [۱۱] کے باوجود اگر حضرات صحابہ کی جماعت غیر معیار حق ہے تو تمام انسانوں کے لیے ان کو نمونہ بنا کر کیوں پیش کیا گیا تمام عالم کے انسانوں کو یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور خود ان کی عملی زندگی نعوذ باللہ معیار حق سے گری اور تنقید سے ملوث ہو۔

---

۹ الحجرات:۷-۸

۱۰ المائدۃ:۳

۱۱ اٰل عمرٰن:۱۱۰

۱۰) حضرات صحابہ کا ایک مُدْ جَو صدقہ غیر صحابی کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل کیوں ہے کیا ان کے مقام اخلاص کی بلندی پر غیر صحابی پہنچ سکتا ہے؟

۱۱) مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ فَقَدْ سَبَّنِيْ [۱۲] میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعلق حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کس طرح کا بیان فرمایا۔

۱۲) جادوگروں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے بعد رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ [۱۳] کیوں کہا تھا کہ فرعون کی ربوبیت سے مطلق نفی ہو جاوے ایک نظر ایمان کے ساتھ نبی کو دیکھنے سے ایمان کا کیا مقام عطا ہوتا ہے، ستر ہزار جادوگروں نے دھمکی دی اور فرعون کو دھمکی دی کہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اس کا ترجمہ میں یہ کرتا ہوں: اب کر لے جو تجھے کرنا ہو تو اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا [۱۴] ابھی تو مقابلے کے لیے آئے تھے اور ابھی ابھی ایمان عطا ہوا تھا، نہ صحبت ملی، نہ نماز نبی کے ساتھ پڑھی، نہ جہاد کیا، نہ نبی کے ساتھ کھانا کھایا مگر یہ چند سیکنڈ میں نبی کا کیا فیض ہوا جو ایمان کے اتنے بلند مرتبے پر ان کو لے گیا، تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الانبیاء ہیں ان کی صحبت سے ایمان کا کیا مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حاصل ہوا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری شریعت کی اتباع کرتے تو وہ حضرات صحابۂ کرام جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھیں، کھانا کھایا، مدتوں رات دن ساتھ رہے جہاد کیا ان کو کس درجہ کا ایمان عطا ہوا ہوگا؟ ان کی بلندی کا کیا مقام ہوگا کیا ان پر زبان درازی جائز ہو سکتی ہے؟

۱۳) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اور صدیق ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہیں۔ فرق یہ ہوتا ہے نبی اصل ہوتا ہے اور صدیق طفیلی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے جھگڑا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ہمارے صدیق کو راضی نہ کروگے خدا کا رسول راضی نہ ہوگا۔

---

[۱۲] الصارم المسلول علی شاتم الرسول: باب بیان سب اصحاب النبی، الحرس الوطنی السعودی
[۱۳] الاعراف: ۱۲۲
[۱۴] طٰہٰ: ۷۲

۱۴) اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مثال کشتی کی سی ہے اور اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ [۱۵] فرمایا کشتی ستاروں کی مدد سے راہ نمائی حاصل کرتی ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ [۱۶] پس اہل بیت کو ماننا بھی ضروری ہے اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ماننا بھی ضروری ہے۔

۱۵) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا پروانہ بھی ان ہی کو ملتا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور حق تعالیٰ شانہٗ ان سے راضی ہوئے۔ بوجہ حسن ظن اس ناکارہ عبد احقر مؤلف کو ۸ مئی ۷۷ء کو بمبئی آل انڈیا تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجلاس کا صدر بنایا گیا تھا۔ احقر نے اس میں اپنا مقالہ بھی سنایا تھا جو وہاں سے عن قریب شائع ہونے والا ہے اور احقر کا حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت وشان پر وعظ بھی ہوا تھا جس کو منتظمین حضرات نے ٹیپ بھی کیا تھا۔ احقر کی حاضری اس جلسہ میں حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ سے ہوئی تھی حضرت والا کی برکت سے جلسہ گاہ ہی میں یہ دو شعر بھی ہوگئے تھے جن کو یہاں درج ذیل کرتا ہوں:

خدا نے خود جنہیں بخشا رضا مندی کا پروانہ
انہیں پر بعض ناداں کچھ گھڑا کرتے ہیں افسانہ
خدا کی رائے سے بھی منحرف تو ہے معاذ اللہ
میں کہدوں کیوں نہ اے ظالم! تجھے پھر حق سے بیگانہ

حضرات والا ہر دوئی دامت برکاتہم ان اشعار سے اور احقر کے بیان سے بہت مسرور ہوئے تھے۔

۱۶) اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ الخ [۱۷] کی حدیث میں کس اہتمام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں محتاط رہنے اور ان سے محبت اور حسن ظن کا حکم دیا ہے کہ میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت واعتراض نہ بنانا۔

۱۷) اگر کسی صحابی سے کوئی اجتہادی خطا بھی ہوئی ہے تو بھی انہیں ایک اجر ملے گا اور صحیح تحقیق پر دو اجر ملیں گے۔ ہمارے سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "کہاں پیسہ بھر کہاں بھینسہ بھر۔" (چہ نسبت خاک را با عالم پاک، کا اردو بامحاورہ ترجمہ کر دیا۔)

---

[۱۵] ذکرہ البیھقی فی کتابہ المدخل
[۱۶] النحل: ۱۶
[۱۷] جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۱۸) اگر ہم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کٹتے ہیں اور ان کے عدل وانصاف ودیانت کو غلط سلط تاریخی روایات سے مجروح کرتے ہیں تو قرآن ہم کو ان سے ملا، حدیث ان سے ملی تو ہم پھر کس کے پاس جائیں گے کہ جس سے ان کی صحت کا پتا چلے؟ کیوں کہ بقول ان کے صحابہ تو قابل اعتبار نہ رہے اب کسی اور کا نام بتاؤ جس کے پاس ہم جائیں اور وہ قرآن اور حدیث کی صحت پر گواہی دے اور اس سے کوئی چوک نہ ہوئی ہو اور اس کی دیانت وعدالت حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ ہو۔

۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت کو اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[۱۸] فرمایا ہے تو کیا یہ اللہ کا گروہ غیر معیارِ حق تھا اور تنقید سے ملوث تھا تو کیا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ[۱۹] شیطانی گروہ میں کوئی معیارِ حق ملے گا!!؟؟

۲۰) اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ[۲۰]

ترجمہ: ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا تھا اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔

یہ آیات حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہیں پھر ان کے ایمان کو معیارِ حق نہ تسلیم کیا جاوے گا تو پھر کس کا ایمان معیارِ حق ہوگا۔

۶۵۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جب بیان شروع کرتا ہوں تو حق تعالیٰ عجیب عجیب علوم عطا فرماتے ہیں پھر اپنا یہ شعر سنایا۔

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کردیا روح المعانی
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی

۱۸؎ المجادلۃ:۲۲
۱۹؎ المجادلۃ:۱۹
۲۰؎ المجادلۃ:۲۲

۶۶۔**فرمایا** حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ غیبت زنا سے اشد کیوں ہے اس لیے کہ زنا باہی گناہ ہے جس پر ندامت طاری ہوتی ہے اور غیبت کا منشا تکبر ہے پس گناہ جاہی اشد ہے گناہِ باہی سے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ زنا کو بھی خفیف گناہ نہ سمجھے کہ اس کی شرم گاہ سے دوزخ میں ایسی بدبو پیدا ہوگی کہ دوسرے دوزخی بھی اس بدبو سے پناہ مانگیں گے، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

۶۷۔**فرمایا کہ** حضرت محمد نعیم صاحب فرنگی محلی کے پاس دو شخص آئے اور دریافت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے یا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے ؟ فرمایا: تمہارا مشغلۂ معاش کیا ہے ؟ ایک نے کہا میں کپڑا رنگتا ہوں دوسرے نے کہا میں کپڑے پر پھول بناتا ہوں۔ فرمایا: تم جاؤ کپڑا رنگو اور تم جاؤ پھول بناؤ۔ قیامت کے دن تمہارے پاس ان کا فیصلہ نہ آئے گا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر شاہزادوں کی آپس میں لڑائی ہو جاوے تو اس کا فیصلہ شاہ کرے گا۔ رعایا اگر گستاخی کرے گی تو اس کی گردن ناپ لی جائے گی، اسی طرح حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشاجرات میں ہم سب پر سکوت لازم ہے، وہ سب حضرات مخلص تھے، اپنے اجتہاد سے ہر ایک حق پر تھا اور سب عادل ہیں اور سب کے لیے رضامندی کا پروانہ ہے۔ ہم سب کو اپنی خیر منانی چاہیے اور اپنی فکر ہونی چاہیے۔ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ[۲۱] کی آیت جن کے لیے ہے ان کی بڑی فکر ہے اور اپنے انجام کی خبر نہیں۔

۶۸۔**فرمایا** ایک نوجوان لڑکا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے رشتے کے لیے تعویذ مانگنے گیا۔ فرمایا کہ مجھے تعویذ نہیں آتی اس نے کہا ہم تو یہاں سے بدون لیے نہ ہلیں گے، فرمایا ارے بھائی مولوی یحییٰ! کاغذ لاؤ۔ اس پر لکھا یا اللہ! میں تعویذ جانتا نہیں، یہ مانتا نہیں، تو اس کا مالک ہے یہ تیرا بندہ، تو جانے تیرا کام۔ جیسے یہ گھر گیا اس کا رشتہ فوراً ہو گیا یہ اقطاب زمانہ تھے۔

۲۱؎ اٰل عمرٰن:۱۵۵

۶۹۔**فرمایا کہ** مثنوی میں حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان کسی عورت پر عاشق تھا اس عورت نے کہا مجھ سے زیادہ میری بہن خوبصورت ہے وہ پیچھے ہے وہ اس کو چھوڑ دوسری کو دیکھنے لگا۔ اس عورت نے اس کو ایک طمانچہ مارا اور کہا اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو غیر پر نظر نہ ڈالتا۔

پس چرا بر غیر افگندی نظر

پھر حق تعالیٰ کے عاشقین کو ذرا عبرت پکڑنا چاہیے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد غیروں سے دل لگانا کیا۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خوب ہے۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

۷۰۔**فرمایا کہ** مرشد کامل کی باتیں ہمہ تن غور سے سنے جس طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سراپا ادب اور ہمہ تن گوش ہوتے تھے، کیوں کہ یہ نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر اپنا یہ شعر پڑھا۔

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمد

۷۱۔**فرمایا کہ** اتباع سنت زندگی کے ہر کام میں اگر اس دھیان سے کرے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے، تو حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "بہت جلد بندہ صاحبِ نسبت اور حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔" فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [۲۲] اور چلو ہماری چال اللہ تعالیٰ تمہیں چاہنے لگے گا۔

۷۲۔**فرمایا کہ** حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اس کے ہر بُن مُو سے اللہ نکل رہا تھا مگر خلافِ سنت زندگی تھی، فرائض وواجبات کا تارک تھا تو اس مشق سے اس کو کیا حاصل ہوگا۔

۲۲۔ اٰل عمرٰن:۳۱

۷۳۔**فرمایا کہ** غوث وقطب وہی ہوتا ہے جس کا ظاہر بھی متبع سنت ہو اور باطن بھی متبع سنت یعنی صبر و شکر توکّل اور استغنا وغیرہ کی صفات بھی ہوں۔

۷۴۔**فرمایا کہ** حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی کو ڈانٹتا ہوں تو اس کو نہیں ڈانٹتا ہر آنے والے کے ساتھ اس کا شیطان بھی ہوتا ہے اس کو ڈانٹتا ہوں پھر وہ بھاگ جاتا ہے اور خالی انسان رہ جاتا ہے، چناں چہ ایک مرتد کو ڈانٹ لگائی کہ جا مردود، نالائق! نکل یہاں سے اسلام کا تو محتاج ہے اسلام کو تیری احتیاج نہیں۔ بس وہ مومن ہو گیا اور اس کو ایمان اور ہدایت مل گئی۔

۷۵۔**فرمایا کہ** حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن سے کارِ نبوت لیا جاتا ہے یعنی دعوۃ الی اللہ کا کام تو ان اولیاء کو استغراق سے ہوش میں لایا جاتا ہے پھر حضرت پرتاب گڑھی نے اپنے دو شعر پڑھے ؎

اب سوا ان کے سب کو بھول گیا
ہو مبارک یہ نعمتِ نسیاں

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

۷٦۔ بندہ عبادت کے باوجود بوجہ تکبر خدا سے دور ہو جاتا ہے اور گناہ گار بوجہ ندامت اور سچی توبہ کی برکت سے خدائے تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ [۲۳] فرمایا ہے نہ کہ من المجرمین پس عابد متکبر مجرمین سے ہے محسنین سے نہیں ہے۔

۷۷۔ ایک دوست سے فرمایا جب وہ جانے لگے ؎

ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے
غضب ہے روزِ روشن کا شب دیجور ہو جانا

۲۳؎ الاعراف:۵٦

۷۸۔فرمایا کہ

عشق میں بھی میں سر بہ سر کبر و غرور و ناز ہوں
کس کا نیاز مند ہوں سب سے جو بے نیاز ہوں

۷۹۔فرمایا کہ

وہ مالک ہیں جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے
نہیں دیکھا کہ کسی ذوالنار کا ذوالنور ہو جانا

۸۰۔فرمایا کہ بعض حالات دل پر ایسے گزرتے ہیں کہ زبان اس کے لیے لغت سے قاصر ہوتی ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبور بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

۸۱۔فرمایا کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [۲۴] سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلے میں ان کے اقوال کو حجت بنایا جاوے۔

۸۲۔فرمایا: اللہ والوں کا عیش اور سکون دائمی ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ حی و قیوم ہیں۔

جس کا حال ہے رشکِ جنت اس کا کیا ہوگا مستقبل

اور اتباعِ شریعت کے متعلق فرمایا کہ۔

سازوسامانِ عیش دوام آگیا
یعنی حکم سجود و قیام آگیا

۸۳۔فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ محبت شدید مطلوب نہیں بلکہ تمام کائنات سے اشد ہونا چاہیے اور اگر یہ نہیں تو دعویٰ محبت کا ایسا ہی ہے جو بے دلیل ہے اور یہ اشعار سنائے۔

۲۴؎ التوبۃ:۳۱

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
محبت کے آئین ہیں سب پُرانے
خبر دار ہوں اس میں جدت نہیں ہے

۸۴۔**فرمایا کہ** میری تحقیق یہ ہے کہ حضرت منصور حلاج کے اگر بیوی، بچے اور لڑکیاں ہوتیں اور اعزّا و داماد اور تمام رشتوں کے تقاضے مسلط رہتے اور ان کی ذمہ داریاں ہوتیں تو أَنَا الْحَقُّ نہ نکلتا۔ رشتہ داروں سے جو غم اور رنج پہنچتا ہے وہ توازن کو ٹھیک کر دیتا ہے ان سے اکثر لختِ دل کھانے کو اور خون جگر پینے کو ملتا ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دُعا دیا

۸۵۔**فرمایا کہ** حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مولوی درسیات سے فارغ ہو تو فوراً منبر پر نہ بیٹھے کچھ دن اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹائے اور اخلاص حاصل کرے۔

۸۶۔**فرمایا کہ** حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے "منصب امامت" میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مثل خاک کے نہ خاموش رہتے ہیں اور نہ مثل آگ کے پر جوش ہوتے ہیں (یعنی اعتدال ہوتا ہے) برعکس اولیاء کرام پر حالات کا غلبہ بھی احیاناً ہو جاتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جس کا عروج کامل ہو گا اور نزول ناقص ہو گا اس سے بھی ہدایت کا کام نہیں ہوتا جس کا عروج اور نزول دونوں کامل ہوتا ہے وہ منصبِ ارشاد کا اہل ہوتا ہے۔

۸۷۔**فرمایا کہ** حضرت بڑے پیر صاحب نے لکھا ہے کہ جب کوئی طالب شیطان و نفس سے خلاصی پا کر صاحب نسبت ہو جاتا ہے تو دل چاہتا ہے اس پر قربان ہو جاؤں کہ حق تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے اپنا ایک بندہ واصل بنا دیا اور فرمایا کہ اخلاص کا ایک ذرّہ بطور صدقہ ہی لوگ مجھے دے دیں، مخلص بہت کم ملتے ہیں۔

۸۸۔**فرمایا کہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی۔

سم کے عوض داروئے شفادی طعن کے بدلے نیک دعادی
زخم کے بدلے بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ مبلغ اور داعی کے اندر جب تک یہ شان نہ پیدا ہو وہ دعوت کا اہل نہیں۔

۸۹۔ احقر نے جب حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کو اپنے سفر بمبئی کی خوشخبری سنائی، تو قاصد کے ذریعہ والا نامہ بھیجا۔ احقر اس وقت ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کے گھر مقیم تھا، مضمونِ والا نامہ یہ ہے۔

عزیز محترم و مخلصم سلمہ اللہ

سلام مسنون ودعائیں! الحمد للہ! میری دعا قبول ہوئی اضطراب انشراح میں تبدیل ہو گیا۔

تہہ دل سے میرے نکلتا ہے احمد
مبارک مبارک مبارک مبارک

۹۰۔ **فرمایا کہ** اہل بدعات کے حال پر بھی میرا شعر ہے۔

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے!
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

۹۱۔ **فرمایا کہ** حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مرادآباد میں بیان فرمارہے تھے ایک جاہل کھڑا ہوا اور کہا آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آیئے آپ صحیح ترجمہ کر دیجیے۔ ذرا تغیر نہ ہوا یہ ہمارے اکابر کا ضبط و صبر جمیل تھا۔

۹۲۔ **فرمایا کہ** حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہو رہا تھا درمیان وعظ ایک معاند جاہل کھڑا ہوا اور کہا تم حرامی ہو۔ مولانا نے فرمایا: میری ماں کے نکاح کے گواہ اب تک زندہ موجود ہیں، لہٰذا یہ قول تمہارا غلط ہے۔ اللہ اکبر! کیا کمال صبر وضبط تھا، پھر حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں مخلوق کا کینہ ہو گا اس میں نور حق کیسے آئے گا۔

۹۳۔ **فرمایا کہ** لڑکیوں کے لیے رشتہ ملنے کے لیے **یَاوَدُوْدُ، یَالَطِیْفُ** سو سو مرتبہ پڑھنا اور دعا کرنا مجرّب ہے اور ظالم کے قلوب کو نرم کرنے کے لیے بھی مجرّب ہے۔

۹۴۔**فرمایا کہ** میں نے مومن اور منافق کی صفات کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

صفت مومن کی یہ ممکن نہیں ہے حق سے ٹل جانا
منافق کی صفت یہ ہے کہ ہر سانچے میں ڈھل جانا

۹۵۔**فرمایا کہ** حسد کی بیماری پر بھی ہمارے دو شعر ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کف افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

۹۶۔احقر کی حاضری ذرا سی دیر سے ہوئی تو مسکرا کے فرمایا۔

آپ کا انتظار کرتا ہوں
شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں
میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

احقر مؤلف حضرت والا کی شفقت و عنایت پر زبان شکر سے قاصر ہے اور ان عنایات کو از قبیل اس مصرعہ کے سمجھتا ہے۔

شاہبازے بشکارے مگسے می آید

۹۷۔**فرمایا کہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پست آواز میں تلاوت کرتے پایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی: تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ سنتے ہیں تو بلند آواز کی ضرورت نہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں بلند آواز سے تلاوت کر کے شیطان کو بھگاتا ہوں ہر دو حضرات کی نیت اچھی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم آواز کو قدرے بلند کر لو اور ان سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو ذرا پست کر لو۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے "عوارف المعارف" میں اس حدیث کو نقل کرکے اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ یہ دراصل افناء تجویز شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا (تاکہ کمال اتباع سنت نبوی نصیب ہو)

۹۸۔**فرمایا کہ** طریق میں فنائے نفس کا اہتمام بہت ضروری ہے ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا یعنی نفس نہ مٹا تو کچھ نہ ملے گا پھر یہ شعر پڑھا؂

پوچھ لے ہر تخم سے بستاں میں جا
خاک میں ملنے سے تجھ کو کیا ملا

مدرسہ میں عشق کے جس کی بھی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یارو فنا فی اللہ ہو

۹۹۔**فرمایا کہ** حضرت خواجہ معصوم باللہ فرماتے ہیں کہ اگر اتباع سنت اور شیخ سے عقیدت حاصل ہو تو پھر کوئی خوف نہیں منزل بے خطر ہے۔

۱۰۰۔**فرمایا کہ** حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان جب کسی سالک کو گمراہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا کرتا ہے بس اس کو خطراتِ شیطانی سمجھ کر حق تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہیے۔ احقر مولف عرض کرتا ہے کہ اہل اللہ سے بدگمانی کے وقت حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مشورہ دیا ہے؂

سجدہ گہہ راتر کن از اشک رواں
کہ خدایا وار ہا کن زیں گماں

ترجمہ: سجدہ میں گر کر خوب روئے کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جائے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اے خدا! اس برے گمان سے مجھے رہائی عطا فرما۔

۱۰۱۔**فرمایا کہ** حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ایسی ۲ رکعات نماز پڑھا دیجیے جو حدیثِ نفس سے محفوظ ہو۔ فرمایا: دیکھا جائے گا۔ بس ایک دن فرمایا: مولانا! آیئے اللہ کے لیے وضو کر لیجیے، جب باوضو

ہو گئے۔ فرمایا: مولانا! اللہ کے لیے ۲ رکعت نماز پڑھ لیجیے بس اس جملہ میں یعنی ”اللہ کے لیے“ نجانے کیا نور تھا جو ان کے قلب میں اتر گیا اور ۲ رکعت ایسی نصیب ہو گئی جیسی مولانا کو تمنا تھا، یہی وہ آواز اللہ والوں کی ہوتی ہے جو مصداق ہے اس کے ۔

جی اٹھے مردے تری آواز سے

پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

۱۰۲۔ فرمایا کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ کے لیے شیخ کی جو محبت ہوتی ہے اس میں تو اصلاح نفس کا بدلہ موجود ہے۔ کوئی ایسا اللہ والا جو شیخ اور مصلح نہ ہو اس کی محبت اللہ کے لیے کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ محبت جس کو حق تعالیٰ نے اپنے اوپر احساناً اور تفضلاً واجب فرمایا ہے مل جاوے گی کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ الخ[۲۵]

۱۰۳۔فرمایا کہ جس گھر میں خوف وہراس اور شیطانی اثرات محسوس ہوں تو سوتے وقت آیۃ الکرسی، چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھ کر سوئیں اور صبح شام سات مرتبہ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ[۲۶] پڑھ لیا کریں تو سب خوف اور اثر سے وہ گھر محفوظ ہو جاوے گا۔

۱۰۴۔فرمایا کہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شیخ آئے، میں نے کہا: آپ کی روزی حرام ہے۔ وہ ناراض ہو گئے، بات صحیح تھی، لیکن ۱۷ سال تک ان کو راضی کرتے رہے جب خوش ہو گئے تو قرار آیا، احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اللہ والوں کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید اس سے بہتر عنوان سے یہ نکیر ہو سکتی تھی جس سے مخاطب کو وحشت اور اذیت بھی نہ ہوتی اور تبلیغ بھی ہو جاتی اس لیے وہ ان کو راضی کرتے رہے نیز بندگان خدائے تعالیٰ پر بعض اہل اللہ کو شفقت اور ترحم کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ مخاطب کو بھی اپنا خواجہ تاش سمجھتے ہیں محکوم یا حقیر نہیں سمجھتے۔

---

۲۵ مؤطا امام مالك:۲۳،باب ما جاء فی المتحابین فی الله/كنزالعمال:۹/۸(۲۴۶۷۰)،باب من كتاب الصحبة فی الترغیب فیها،مؤسسة الرسالة

۲۶ كنزالعمال:۲/۲۶۵(۳۹۸۰)،عذة الجن،مؤسسة الرسالة

من وتو ہر دو خواجہ تاشانیم

بندۂ بارگاہ سلطانیم

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۰۵۔فرمایا ایک بزرگ اپنی مجلس میں خاموش بیٹھے تھے،احباب آتے رہے اور جمع ہوتے رہے بعضوں نے درخواست کی کہ کچھ ارشاد فرمایا جاوے وہ بزرگ خاموش ہی رہے مجمع کثیر تھا لوگوں کو تعجب تھا کہ کیا بات ہے ؟بس ایک صاحب کے آتے ہی ان بزرگ نے بولنا شروع کر دیا اور پھر عجیب عجیب علوم بیان فرمائے بعد ختم مضمون فرمایا کہ میں نے جو شربت ہاتھی کے لیے گھول رکھا تھا اسے چیونٹیوں کو کیسے پلا دیتا۔مرادیہ کہ ہر ایک علم کے لیے اس کا اہل تلاش کیا جاتا ہے۔جب مخاطب صحیح مل جاتا ہے تو مضامین خود بخود جوش مارنے لگتے ہیں۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

گر سخن کش بینم اندر انجمن

صد ہزاراں گل بر دیم در چمن

ترجمہ:اگر مخاطب صحیح اور طالب صادق مل جاتا ہے تو مجلس میں ہزاروں علوم کے پھول اہل طلب پر برسا دیتا ہوں۔

۱۰۶۔فرمایا کہ جب مضامین محبت اور اسرار محبت قلب میں وارد ہوتے ہیں اور کوئی مخاطب قدر دان اور صحیح نہیں ملتا یہی شعر اس وقت پڑھتا ہوں ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر

جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

۱۰۷۔فرمایا کہ دنیا کے عشاق اور مولیٰ کے عشاق میں اس شعر کے اندر امتیازی صفت بیان کی گئی ہے ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں

عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

اللہ والے مخلصین آپس میں بے نفس ہو کر ملتے جلتے اور محبت رکھتے ہیں، حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہ سُلطانیم

(ازمرتب)

۱۰۸۔فرمایا کہ عدی بن حاتم جب ایمان لائے تو انہوں نے کہا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی جو آیت ہے میں نے اپنے پیشواؤں کو رب نہیں بنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اقوال کو خدا اور رسول کے مقابلے میں حجت سمجھنا یہ ہی ان کو رب بنانا ہے۔ پھر اپنا یہ شعر پڑھا۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
کیا ہے کسی کا قول و کردار

۱۰۹۔فرمایا کہ اہل علم کے پندار علمی کی اصلاح کے لیے میرے اس شعر کو اہل علم حضرات نے بہت پسند کیا ہے۔

نجانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

یعنی کسی اللہ والے کی صحبت اور خدمت میں کچھ دن رہ کر پندار علمی کا صنم کدہ مسمار کرلیں تو پھر حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کا حصول ہو جانے پر ان کا علمی مقام بھی بلند ہو جاوے گا اور معلومات معمولات بننے لگیں گے۔

۱۱۰۔فرمایا کہ اہل اللہ کا خادم ایک دن مخدوم ہو جاتا ہے (مگر نیت مخدوم بنے کی نہ ہو کہ اخلاص کے منافی ہے)

جو ہے صدقِ دل سے غلام محبت
وہی ہو گا اک دن امام محبت

فدا جان و دل سب بنام محبت
یہ ہے دوستو احترام محبت

۱۱۱۔ایک دن اچانک حضرت احقر کے پاس تشریف لائے جبکہ چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ احقر حضرت والا سے رخصت ہو کر ایک دوست کے یہاں بیٹھا تھا۔ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جانتے ہو میں کیوں آیا ہوں اس کے جواب کے لیے دو شعر ابھی تازہ موزوں ہوئے ہیں۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

سمجھتا خاک اسرار محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

احقر و دیگر احباب کو حضرت والا کی اس شفقت سے بڑی مست ہوئی۔

۱۱۲۔فرمایا کہ اللہ والوں کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت تعلق باطنی ہوتا ہے اور کسی وقت بھی ان کا قلب غافل نہیں ہوتا خواہ وہ احباب سے دینی یا مزاح بھی کر رہے ہوں یا خاموش ہوں اور میرے ان اشعار میں یہی مضامین بیان ہوئے ہیں۔

خدا کی یاد میں میں بھی ہوں مشغول
زباں خاموش دل غافل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور
یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے
جسے منزل سمجھتا ہے تو ناداں
نشان راہ ہے منزل نہیں ہے

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ تیسرے شعر میں سلوک کا وہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو کتب تصوف میں مشائخ سے اس طرح منقول ہے کہ حالات اور کیفیات یا اچھے اچھے خواب کا نظر آنا یہ علامات اور نشانات اس راہ کے تو ہیں لیکن مقصود اس سے آگے ہے اور وہ ہے امتثال اوامر

اور اجتناب نواہی پر استقامت جو رسوخ نسبت باطنی کے بدون عادۃ حاصل نہیں ہوتی۔

۱۱۳۔**فرمایا کہ** مرشد کی صحبت اور معیت کی افادیت پر بھی میرا ایک شعر ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ یہ شعر بہت سادہ اور لذیذ ہے اور راہ بر کی اہمیت پر مبسوط وعظ کا حامل ہے۔

۱۱۴۔**فرمایا کہ** میرے ایک دوست مرحوم حسامی صاحب تھے، ایک خانقاہ کے سجادہ نشین، بڑے تعلیم یافتہ اور صاحبِ ذوق تھے احقر کی چند مجالس سے بہت متأثر ہوئے اور اپنے تاثرات کو ان اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

ترے احساس عالی کی نزاکت میں نے دیکھی ہے
یہ شان احترام آدمیت کم نظر آئی
کسی نے کی غلط کاری ترے رخ پر عرق آیا
کسی سے بھی ہوئی لغزش طبیعت تیری گھبرائی
ہوئے ہم سے گناہ سرزد ندامت تیرے چہرے پر
ہوئیں ہم سے خطائیں اور تیری آنکھ شرمائی
جو میرا شیشۂ پندار ٹوٹا تو یہیں ٹوٹا
جو میں نے چوٹ کھائی دل پہ تو آکر یہیں کھائی

احقر عرض کرتا ہے کہ عموماً سجادہ نشینی کی انا فنا سے تبدیل ہونا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ والوں کی صحبت کیمیا تاثیر سے کچھ مشکل نہیں ہے۔

۱۱۵۔**فرمایا کہ** دعوۃ الی اللہ کے سلسلے میں مجھ پر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ بہت لوگ میرے دشمن ہوگئے حتی کہ میں جس کنویں سے پانی حاصل کرتا تھا اس پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔ اسی زمانے میں خواب دیکھا تھا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور تسلی دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سب فتنے ختم فرمادیے اور ستانے والوں کے لیے ہم نے دعائے ہدایت کی۔میرا ہی شعر ہے جس میں ہمیشہ کا ہمارا معمول بیان ہو گیا ہے ؎

جو روستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

اسی دوران غم زدہ اور دکھے ہوئے دل سے ایک نظم موزوں ہوئی جس کو جب بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں اشکبار اور دل رونے لگتا ہے ؎

چھپاتی رہیں راز غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

میری اس نظم کو حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنا تھا اور بہت ہی متأثر ہوئے تھے (پھر حضرت نے خود ہی عجیب درد سے اپنے ان اشعار کو پڑھا)

راہ حق میں مظلوم اور درد بھرے دل کی آرزو

بڑھ رہا ہے پھر شرورِ دشمناں
تجھ سے ہے فریاد رب دو جہاں

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں

مجھ کو جی بھر کے ستالیں شوق سے
میں نہ کھولوں گا خلاف حق زباں

حق پرستی کی سزا جورِ عیاں
ہے یقیناً سنّت پیغمبراں

ان کی مرضی پر مری قرباں جاں
اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید از حدیث دیگراں

۱۱۶۔**فرمایا کہ** میرے گھر کے سامنے ہی صحرا ہے وہاں ہم جوانی میں ستر ہزار مرتبہ اسم ذات یعنی اللہ اللہ کیا کرتے تھے صحرا کے سناٹے میں ذکر کے لطف کو میں نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ گلستاں سے مراد کائنات کی لذّتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذّت کے سامنے کائنات کی تمام لذّتیں ہیچ ہوجاتی ہیں البتہ ہر سالک کو اپنے مرشد کے بتائے ہوئے ذکر کو کافی اور نافع اور کثیر سمجھنا چاہیے اکابر کے معمولاتِ ذکر حتیٰ کہ اپنے شیخ کے معمولات کی نقل بھی بدون اجازت اور مشورہ نہ کرنی چاہیے کیوں کہ ہر شخص کے قویٰ اور استعداد متفاوت ہوتے ہیں۔

۱۱۷۔**فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ کی محبت کا لطف اور شوقِ لقائے باری تعالیٰ کا مزہ جب سالک اپنے باطن میں پاجاتا ہے تو پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے۔

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے
جو آغاز میں فکر انجام ہے

اور **فرمایا کہ**

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

قیس بیچارہ رموز عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

اور **فرمایا کہ** شوق کے معنیٰ تڑپ کے ہیں اور یہ شعر پڑھا۔

تری قربت میں پوشیدہ بہار کیف جنت ہے
تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ بعض محدثین مشائخ نے لکھا ہے کہ ہماری ارواح کا تعلق حق تعالیٰ سے ایسا ہے جیسا کہ مچھلیوں کو پانی سے ہے یعنی جس طرح پانی کے بغیر مچھلی کو سکون نہیں ملتا اگرچہ اسے تمام اسباب عیش وراحت فراہم کر دیے جائیں اور پانی میں اگر طوفان بھی ہو تو بھی مچھلیوں کو پانی ہی میں آرام ملتا ہے، بس حضرت پرتاب گڑھی نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

دل مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

۱۱۸۔**فرمایا کہ** ہر شخص کی طبیعت کا رنگ جداگانہ ہوتا ہے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مزاج کے مطابق یہ شعر فرمایا تھا۔

کھنچے جو مجھ سے تو اس کے لیے میں ہوں تلوار
ملے جو جھک کے تو اس کے گلے کا ہار بنوں

لیکن میری طبیعت کا رنگ یہ ہے، میں نے اس شعر میں اسی کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔

کھنچے جو مجھ سے تو اس کو بھی دل سے پیار کروں
ملے جو جھک کے تو اس پر ہزار بار نثار

۱۱۹۔**فرمایا کہ** میں نے ایک شعر میں رسوخ نسبت اور حضور دائمی کی نعمت کو بیان کیا ہے مگر ساتھ ساتھ دعویٰ سے بچنے کا بھی اہتمام موجود ہے وہ شعر یہ ہے۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

فرمایا کہ اسی لفظ شاید سے دعویٰ کی نفی ہو گئی۔

۱۲۰۔**فرمایا کہ** ایک بستی جس کا نام گُجور ہے وہاں وعظ کے لیے جانا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں کے حضرات کی ہدایت کے لیے ایک پوری نظم میری زبان سے کہلا دی، جس کو سن کر وہ حضرات بہت مانوس ہوئے اور کافی لوگ ہدایت یافتہ ہوگئے۔(پھر اپنے اشعار کو حضرت نے سنایا)

نظم برائے اہالیان گجُور

اہل گجور کے لیے لے کے پیام آیا ہوں
ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

وہ پیام اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے پیام
سب سے پیارا جو ہے کرنے میں وہ کام آیا ہوں

بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں
میں سنانے کے لیے حق کا پیام آیا ہوں

سو چکے آپ بہت اب تو ہوں بیدار جناب
آپ کو آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں

یوں تو میں بندۂ مسکین ہوں لیکن پھر بھی
بن کے میں سرور عالم کا غلام آیا ہوں

مقتدی آپ ہوئے غیروں کے انا للہ
یہ نہ سوچا کبھی بن کر میں امام آیا ہوں

مال و دولت کی تمنا نہ صلہ کی پروا
لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں

دوستوں شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی کہتا ہوا احمدؔ میں پیام آیا ہوں

۱۲۱۔**فرمایا کہ** حضرت خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے۔

محبت کے بدلے محبت ستم ہے
نہ لو اُف نہ لو انتقام محبت

فرمایا کہ میں نے اس شعر میں اس طرح ترمیم کی ہے ۔

یونہی پختہ ہوتے ہیں خام محبت
کرم ہے ترا انتقام محبت

احقر مرتب اختر عرض کرتا ہے کہ ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا: ماشاء اللہ! خوب ترمیم ہے نافعیت اور افادیت اس شعر میں زیادہ ہے اور سلوک کا یہ مسئلہ انداز تربیت کا خوب عمدہ طرز پر بیان ہو گیا۔ پھر احقر سے فرمایا کہ مولانا کے اشعار میں مولانا کے علمی انوار بھی ہوتے ہیں۔

۱۲۲۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں اپنے تمام خواہشات اور مرضیات اور جذبات کو فنا کر دینا یعنی تابع کر دینا ہی اصل بندگی ہے۔ اور اپنا یہ شعر پڑھا ۔

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی میں نے
خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ اس شعر میں صرف اسی خوشی کو آگ لگانا مراد ہے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ورنہ مرضی الٰہی کے مطابق ہر خوشی نعمت ہے۔

۱۲۳۔فرمایا کہ تمام معاملات وحالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی بندگی ہے اور مولا کی مرضی پر راضی رہنا مومن کی معراج ہے۔

۱۲۴۔فرمایا کہ غالب کا شعر ہے ۔

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

میں نے اس میں یہ ترمیم کی ہے ۔

جب محبت ہی اٹھ گئی احمدؔ
پھر کسی سے کوئی گلہ نہ رہا

۱۲۵۔**فرمایا کہ** ایک بستی میں وعظ کے لیے جانا ہوا وہاں کے حضرات بدعات اور رسومات میں مبتلا تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے یہ نظم مجھ سے کہلادی جس سے بستی والوں کو بہت نفع ہوا اور لوگ جوق در جوق میرے ہاتھ پر تائب ہوگئے۔ وہ نظم یہ ہے۔

اک طرف فخر رسل اک طرف ان کا غلام
بوالہوس تو ہی بتا کس کا سُنے گا تو پیام

ہوتے موسیٰ بھی جو زندہ تو چارہ نہ تھا
بجز اس کے کہ کریں پیروی خیر الانام

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام

۱۲۶۔**فرمایا کہ** سالک کو حق تعالیٰ جس حالت میں رکھیں وہی حال اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ ایک صاحب بیماری سے حرم کی نماز کی محرومی پر غم زدہ تھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو غم نہ کرتا کیوں کہ عارف اپنی تجویز کو فنا کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ کی تجویز یہ تھی کہ اس بندہ کو بیماری کی شکستگی کی راہ سے قرب عطا کریں اور یہ شخص حرم کی نماز سے قرب کو تجویز کر رہا تھا پس گویا اس نے اپنی تجویز کو حق تعالیٰ کی تجویز سے محبوب اور افضل سمجھا۔

حضرت پرتاب گڑھی نے فناء تجویز اور ہر حال میں پر سکون اور خوش رہنے کا عجیب مضمون اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا جو درج ذیل ہیں۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم ان اشعار سے بہت محظوظ ہوتے ہیں اور حضرت کو اس کے دو ایک مصرعے یاد بھی ہیں، لہٰذا کئی بار جب حضرت پرتاب گڑھی کا ذکر آیا تو اس مصرعہ کو خود ہی پڑھنے لگے ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیف مسلسل دیکھا ہے

اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے ان اشعار کی تعریف فرمائی۔

۱۲۷۔**فرمایا کہ** حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب تک سالک اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے گا اس کی عبدیت کاملہ حاصل نہ ہوگی۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اپنے کو تمام مسلمانوں سے تو فی الحال بدتر سمجھے اور کافروں سے فی المآل اپنے آپ کو بدتر سمجھے کہ ممکن ہے اس کا خاتمہ اچھا ہو جاوے۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید
(رومی)

ترجمہ: کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو کہ ممکن ہے وہ مسلمان ہو کر مرے۔

ان مضامین کے مناسب حضرت پرتاب گڑھی کے دو اشعار درج ذیل ہیں ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم
کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر مآل نے مارا

۱۲۸۔ایک مجلس میں یہ شعر عجیب درد سے حضرت والا نے سنایا ؎

ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ شیخ کے بتائے ہوئے ذکر کو اہتمام کے ساتھ بدون ناغہ پابندی سے کرنے کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ پھر بدون ذکر چین نہ آئے گا۔ نفس اور شیطان بھلانا چاہیں گے مگر سالک بھولنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

۱۲۹۔ اولیائے کرام کے قرب و حضور کے مقام کی رفعت کو حضرت والا نے اس شعر میں بیان فرمایا۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

۱۳۰۔ **فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ سے غفلت کا عذاب دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ اسباب راحت کے باوجود زندگی بے سکون ہوتی ہے جس کا مضمون اس شعر میں ہے۔

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے

اور **فرمایا کہ** ہجر اور وصال کا اجتماع اس شعر میں ہے۔

ترا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جانِ حضور ہے

اور **فرمایا کہ** ذکرِ حق زندگی ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ سے موت ہے۔

تری یاد دل کی مری غذا، ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے، ترا ذکر حاصل طور ہے

۱۳۱۔ **فرمایا کہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی **مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ**[۲۷] **اَیْ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ** فرمایا اور ایک ادنیٰ امتی اور غلام بھی **مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ** کہتا ہے تو کیا یہ دونوں **مَا عَرَفْنَا** برابر ہو سکتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل فرما کر اس رفیع بلکہ ارفع مقام سے **مَا عَرَفْنَا** کا اعلان فرمایا، کیوں کہ وہ غیر متناہی ذات ہے تو معرفت کا ہر مقام اپنے مافوق

۲۷؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۳۲۴ (۱۶۴)، باب الایمان بالملائکة، مکتبة الرشد

پر پہنچ کر اپنے ہر مقام ماتحت کو **مَا عَرَفْنَا** سے تعبیر کرتا ہے اور جو شخص معرفت کے معمولی مقام پر ہے اس کا **مَا عَرَفْنَا** بھی کمتر درجہ کا ہوتا ہے اسی مضمون کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؂

مبتدی چاہے ہوں چاہے ہوں منتہی
کہتے ہیں دوستو ما عرفنا سبھی

ہر عارف کا ماعرفنا اس کی رفعت معرفت کے اعتبار سے اپنے اندر اثبات معرفت کی بلندیاں بھی رکھتا ہے اور یہ نفی ماعرفناک درجات قرب غیر متناہیہ کے اعتبار سے ہے۔

❖❖❖❖

عالمِ شباب

وہ عالمِ شباب کہ طوفاں کہیں جسے
سیلاب کی زد میں تھی مرے عشق کی بستی

محفوظ جوانی تھی مری شیخ کے صدقے
گو حُسن کی دولت تھی مرے سامنے سستی

آنکھوں میں وہ نشّہ تھا کہ توبہ مری توبہ
اور حُسن کے گلشن میں جوانی تھی مہکتی

ہر خونِ تمنّا سے مِلا دردِ دل مجھے
ایمان کے پھولوں کی تھی رنگت بھی نکھرتی

زینت سے بے نیاز تھی وہ میری جوانی
صُورت تھی مری زُلفِ پریشاں سے سنورتی

آئی نظر جو چشمِ بصیرت مری کھُلتی
دُنیائے حُسن تھی مری آنکھوں میں سِسکتی

اختؔر نے جب اُلٹ دیا خواہش کا سیلِ آب
منزل مری جانب کو چلی آئی مچلتی

باب سوم (منتخب کلامِ عارفانہ)

پیامِ سکوتِ صحرا

نہیں جو شمع محبت کے ہائے پروانے
خدا کی شان وہ آئے ہیں مجھ کو سمجھانے
گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے
سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
عبث چلے ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے
کریں گے خاک وہ رندی سمجھ چکا ہوں میں
جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے
کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی
وفور شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے
کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہنچتے ہیں اڑ کے پیمانے

تشریح: شعر ٦ کا مفہوم حضرت والا نے فرمایا تھا کہ اگر شیخ سے عقیدت اور اتباع اور گاہ گاہ صحبت میں حاضری ہوتی رہے تو اگر طالب دور بھی رہتا ہو تو بھی مرشد کا فیضان اس کی روح کو پہنچتا رہتا ہے۔ ایک طالب نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ صرف خط و کتابت کا سلسلہ ہو اور صحبت میں حاضری نہ ہو تو کیا سلوک طے نہیں ہو سکتا؟ فرمایا کہ میاں بیوی اگر دور دور سے صرف خط و کتابت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہو سکتی ہے؟؟ اسی مثال سے روحانی زندگی کو سمجھ لینا چاہیے کہ گاہ گاہ مرشد کی مجلس میں حاضری بھی ضروری ہے تا کہ اس کے قلب کا درد اور یقین طالب کے دل میں منتقل ہو جاوے۔ پھر اس صحبت کے باوجود دوری مضر نہیں۔

بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

نظر کو اپنی جو ان کی نظر بنا نہ سکے
لطیف جلوے نگاہوں میں ان کی آ نہ سکے

جو ان کی مرضی پہ دونوں جہاں لٹا نہ سکے
وہ دل کو آئینۂ حق نما بنا نہ سکے

نہیں جو تیرے دیوانے ہیں آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

گزر گئی جو گزرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

سرور و کیف کا عالم نہ پوچھئے ان سے
جو آستان محبت سے سر اٹھا نہ سکے

وہی مقام محبت ہے حضرت احمدؔ
جہاں کوئی بھی سوا ان کے یاد آ نہ سکے

تشریح: شعر ۱ کا مفہوم فنائے تجویز ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی رضا اور حق تعالیٰ کی رضا میں جب تقابل ہو تو اپنی خواہش سے دست بردار ہو جاوے اور یہ مصرعہ دل سے کہہ دے ؎

جا دل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں اُدھر ہم

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

شعر ۵ میں تسلیم اور تفویض کی تعلیم ہے اور صبر جمیل کی تلقین ہے۔

شعر ۶ میں استقامت کی تعلیم ہے بعض لوگ کچھ دن بہت زور شور سے اور جوش وخروش سے ذکر وشغل کرتے ہیں اور شیخ کی محبت کا خوب اظہار کرتے ہیں، لیکن چند دن یا چند ماہ یا چند سال گزرنے پر آہستہ آہستہ ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں پھر نہ پیر یاد آتا ہے نہ ذکر و فکر اور دنیا میں پھنس کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً مرشد سے بدگمانی اور پھر اس کی محبت کو کم کر دینا شیطان کا یہ مجرّب ہتھیار سالک کو تباہ کرنے میں سو فیصد کامیاب ہے۔ اس لیے مرشد کی محبت اور اس کے ساتھ حسن ظن کی دولت کو خوب گڑ گڑا کر حق تعالیٰ سے مانگتا رہے اور مرشد کے عاشقوں کے پاس بیٹھے، مرشد کے حاسدوں یا طعنہ زنوں سے بہت ہی دور رہے۔ آستانۂ مرشد سے سر نہ اٹھانے کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ کے لیے یک در گیر محکم گیر پر عمل کرے بشرطیکہ مرشد متبع شرع وسنت ہو۔

شعر ۷ میں قرب وحضور کا اعلیٰ مقام ہے حق تعالیٰ ان اکابر کی برکت سے ہم سب کو عطا فرمائیں، آمین۔ مفہوم اس شعر کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سب کی محبت پر غالب ہو جائے۔ یہ مفہوم مراد نہیں جیسا کہ جاہل عوام سمجھتے ہیں کہ بیوی بچوں اور رشتہ داروں اور دوست احباب کا حق سب چھوڑ کر پہاڑ یا جنگل میں فقیری لے لیں۔ شریعت نے اس طریقہ کو گمراہی قرار دیا ہے۔ دنیا اور آخرت کا تعلق اس طرح ہے جیسے کشتی اور پانی کا کہ کشتی کے لیے پانی ضروری ہے، لیکن اگر پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی ڈوب بھی جاتی ہے پس دنیا بھی ضروری ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے، حدیث پاک میں ہے کہ مال داری اس شخص کو مضر نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ صاحبِ مظاہر حق شارح مشکوٰۃ شریف نے لکھا ہے کہ دنیا سانپ ہے اس کا منتر تقویٰ ہے جو اللہ والوں کی صحبت سے ملتا ہے۔

”فرش آیا نظر عرش اعظم“

جب تک ان سے نہ نسبت ہو محکم
کوئی شادی نہ شادی نہ غم غم
یاد کا ان کی چھایا جب عالم
فرش آیا نظر عرش اعظم

مل گیا میرا مقصود اعظم
عالم ہوش ہے اب مُنظّم
ہے تڑپنے میں جنت کا عالم
چاہیے زخم دل کا نہ مرہم
کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم
تیرے جلوؤں کی رنگین بہاریں
دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم
یہ ہے ان کا کرم ورنہ اخؔتر
خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

"غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم"

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم
مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
ملتا ہے جسے عشق کے نغمات کا عالم
اس کا ہے عجب زیست کے لمحات کا عالم
محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے
اللہ رہے یہ ان کی ملاقات کا عالم
کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم
بس پوچھیے ان سے جو محبت پہ فدا ہیں
حرکات کا سکنات کا لمحات کا عالم

قربان وہ کردیتا ہے جنت کی بہاریں
پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم
میں فرش کو بھی عرش سمجھنے لگا احمدؔ
طاری ہوا جب ان کے خیالات کا عالم

"برکات طلب صادق"

ہیں صادق آپ گر اے دوست اقرارِ محبت میں
طلب خود کر لیے جائیں گے دربارِ محبت میں
مبارک ان کو جو ہیں غرق افکارِ محبت میں
پہنچ جائیں گے اک دن اڑ کے گلزارِ محبت میں

"مرشد کا فیض اور امالۂ رذائل"

زیر و زبر تھا ہونے کو احمدؔ نظام دل
لیکن خدا کا شکر ہے عامل بدل گیا

"قرب کی لذّت لوٹنے والو"

بخشا کسی کو قرب و حضوری
اور کسی کو لذّت دوری
حاصل اب ہے جان حضوری
اللہ رے شان مہجوری
جس کو ابھی ہے شکوہ دوری
اس کی محبت ہی ہے ادھوری
قرب کی لذّت لوٹنے والو
جانِ محبت ہے غمِ دوری

اہل محبت کے مذہب میں
غیبت بھی ہے عین حضوری
ہوتی نہ یوں تکمیل محبت
اپنی تمنا ہوئی جو پوری
فرقت قربت حضرت ناصح
عشق میں دونوں ہی ہیں ضروری
خود ہی نہیں احساس حضوری
ورنہ کبھی ان سے نہیں دوری
ان کی مرضی پیش نظر ہے
کیسی قربت کیسی دوری
اللہ اللہ اللہ اللہ
خاکی بھی ہے اب تو نوری
ہر جلوہ پردہ ہے احمدؔ
قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

"نعت پاک"

انکار ہے اللہ کا انکار محمد ﷺ
اللہ کا اقرار ہے اقرار محمد ﷺ

گر دیدۂ بینا ہو عطا تو نظر آئے
انوار الٰہی سے ہیں انوار محمد ﷺ

ہے سنّت نبوی سے نہیں جن کو سروکار
ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرارِ محمد ﷺ

ہوجاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتارِ محمد ﷺ

قربان کریں جان یہاں سر کے بل آئیں
دربار محمد ﷺ ہے یہ دربار محمد ﷺ

کیا پوچھتے ہو ان کے مدارج کی نہیں تھاہ
انصارِ محمد ﷺ ہیں یہ انصارِ محمد ﷺ

"بخت خفتہ کو اب ہے جگانا"

زہر ہے زہر ان کو بھلانا
اور تریاق یاد ان کی آنا
جانِ دل ان پہ ہے سب لٹانا
کوئی آسان نہیں دل لگانا
تیر پر تیر سینے پہ کھانا
اور اُف بھی زباں پر نہ لانا
گلشنِ دل پہ بجلی گرانا
ہے قیامت ترا مسکرانا
دل میں شمعِ محبت جلانا
اور پروانہ خود کو بنانا
نام کی ان کی رٹ ہے لگانا
بخت خفتہ کو اب ہے جگانا
ان کا رہ رہ کے دل گد گدانا
اور مرا جھوم کر مسکرانا

اُف کسی کا تصور میں آنا
میرے احساس کا جگمگانا
اپنا سو سو طرح سے بنانا
اس محبت کا ہے کچھ ٹھکانا
ان کا خود دل میں احقر کے آنا
اس کو کہتے ہیں مقصود پانا
داستانِ محبت سنانا
ان کا عاشق جہاں کو بنانا
ہوش والوں کو مجنوں بنانا
ہائے اخترؔ کا غزلیں سنانا

"زندگی ہم نے مر کے پائی ہے"

یاد دل میں تیری بسائی ہے
حسرتِ دید رنگ لائی ہے
رٹ تیرے نام کی لگائی ہے
اس سے تسکین دل نے پائی ہے
جس نے دیکھا وہی ہوا قرباں
واہ کیا شانِ دلربائی ہے
آج دل میں ہے کیوں دھڑکن
کیا صبا کچھ پیام لائی ہے
آتش عشق نے جلا ڈالا
زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

"میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے"

اب دل میں اپنے شمعِ محبت جلایئے
تاروں کی طرح رات کو پھر جگمگایئے
تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے
جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آیئے
رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے
نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے آنے نہ پایئے
اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار پر آنے نہ پایئے

"سراب ہے یہ نہیں ہے پانی، فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں"

خدا سے ہو کر کے آپ غافل جہاں میں کیوں دل لگا رہے ہیں
سراب ہے یہ نہیں ہے پانی، فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں

غضب ہے واللہ! یہ قیامت ستم یہ کیا آپ ڈھا رہے ہیں
خدا کا ڈر کیا نہیں ہے باقی جو شمعِ ایماں بجھا رہے ہیں

مئے محبت کے جو ہیں طالب مزے محبت کے پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آ رہے ہیں کبھی محبت سے جا رہے ہیں

”عشق کا امتحاں“

فرمایا کہ ایک دور مجھ پر ایسا گزرا ہے کہ دین کی اشاعت اور تبلیغ میں بعض لوگوں نے بے حد ستایا۔ اسی زمانے میں یہ اشعار موزوں ہوئے اور دکھے ہوئے دل کی آواز ہے۔ احقر اختر عرض کرتا ہے کہ حضرت پرتاب گڑھی نے ان اشعار کو جب بھی سنایا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور سامعین پر بھی رقت و گریہ طاری ہوگیا۔

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں

ان کی مرضی پر میری قربان جاں
اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں

عشق کی کس کو سناؤں داستاں
ہائے جب کوئی نہیں ہے راز داں

لطف جینے کا اسے حاصل کہاں
پی نہیں جس نے شراب ارغواں

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطف نہاں

جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں
آہ جائے گی نہ میری رائیگاں

عشق کی ذلّت کا وہ دیکھیں سماں
ہے زمیں بھی میرے حق میں آسماں

کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں
جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں

آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستان ہے عشق کا یہ گلستاں

ہے مدد پر جب مکینِ لا مکان
پھر کریں گے کیا مرے نا مہرباں

بڑھ رہے ہیں پھر شرور دشمناں
تجھ سے ہے فریاد ربِ دو جہاں

ہے ترا بندہ ضعیف و ناتواں
تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں

میرا سر ہے اور تیرا آستاں
ہے یہی میرے لیے رشکِ جناں

حق پرستی کی سزا جورِ عیاں
ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں

مجھ کو جی بھر کر ستالیں شوق سے
میں خلاف حق نہ کھولوں گا زباں

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
میں کہاں یہ نعمتِ عظمیٰ کہاں

خوشتر آں باشد سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

”ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جانِ حضور ہے“

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزہ جو نظر سے اپنی تو دور ہے

ترا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جان حضور ہے
تری یاد دل کی مری غذا، ترا نام روح کی ہے شفاء
ترا بھولنا مری موت ہے ترا ذکر حاصل طور ہے
کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

"غم فرقت"

ترے جاتے ہی رونق اڑ گئی اے دوست محفل کی
یہ کس نے چھین لی دم بھر میں اُف راحت مرے دل کی
حضوری میں جو عالم دل کا تھا کیا پوچھنا اس کا
مگر غیبت میں کیا سے کیا ہوئی حالت مرے دل کی
قدم راہ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے کرامت شیخ کامل کی

"وہ ربّانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربّانی"

پیا جس نے نہ میخانے میں جاکر جام عرفانی
وہ بن سکتا نہیں ہے دوستو محبوب سبحانی
نہیں ہے ہاں نہیں محبوب کے مرضی میں جو فانی
وہ ربّانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربّانی
نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے ہے کیا شئے فیض یزدانی

نہ جب تک صدق دل سے ترک کردیں حظ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہوگا لطف روحانی
نہ چھوڑو گے اگر اعمال بد افعال شیطانی
نہیں ہوگا کبھی ہرگز تمہارا قلب نورانی
نہ جب تک تزکیہ ہو نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے
رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکار شیطانی
تواضع خاکساری انکساری سے ہیں ہم خالی
تکبّر سے سمجھتے ہیں نہیں اپنا کوئی ثانی
کہاں سے کہاں پہنچا ارے توبہ معاذ اللہ
لباس زہد و تقویٰ سے غضب ہے تیری عریانی
اڑا کر یہ خدا جانے کہاں لے جائے گی ہم کو
الٰہی! رحم فرمادے ہوائیں ہیں یہ طوفانی
ملی جس کو نہ صحبت شیخ کامل کی سمجھ لیجے
وہ ہوسکتا نہیں ہے واقف اسرار یزدانی
خدا سے گر تعلق ہوگیا پیدا تو سب کچھ ہے
نہیں تو کچھ نہ کام آئے گی یہ تیری گل افشانی
نیابت انبیاء کی سخت مشکل ہے نہیں آساں
سمجھتا ہے جو آساں دوستو اس کی ہے نادانی
جو ہے قربان دل سے سرور عالم ﷺ کی سنّت پر
مبارک اس کی ہوگی دوستو جنت میں مہمانی
مبارک ہو مبارک ہو جو اس کا ہوگیا احمدؔ
اسے معلوم ہے کیا چیز ہے الطافِ ربانی

الٰہی دور فرمادے ہماری فتنہ سامانی
عطا ہو بندۂ عاجز کو بھی اب کیفِ ایمانی

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

وہی خوش بخت ہے جس کو ملی ہے دین کی دولت
وہ مستغنی ہے لے کر کیا کرے گا تاجِ سلطانی

یہ بے فکری یہ من مانی ہماری دور ہو جائے
اگر پیشِ نظر ہو روزِ محشر کی پریشانی

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

مٹادو ہاں مٹادو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامیؒ غزالیؒ اور جیلانیؒ

سنو تم گوشِ دل سے حضرت احمدؔ یہ کہتے ہیں
محبت میں فنا ہو تب غذا ملتی ہے روحانی

پس از سی سال ایں معنٰی محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

❖❖❖❖

"تو ہم دل کو رشک ارم دیکھتے ہیں"

ایک مجلس میں فرمایا کسی شاعر کا ایک شعر ہے جو بہت مشہور ہے۔ اور بزرگوں نے بھی اس کو پڑھا ہے۔ وہ یہ ہے۔

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

میں نے اپنے ذوق کے مطابق دوسرے مصرعے میں ترمیم کر دی ہے۔ پھر اسی بحر میں پوری ایک غزل ہی ہو گئی۔ اس کو پیش کرتا ہوں۔

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو ہم دل کو رشک ارم دیکھتے ہیں
کرم دیکھتے ہیں ستم دیکھتے ہیں
محبت کے ساماں بہم دیکھتے ہیں
خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں
ہم ان کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں
فیوض در محترم دیکھتے ہیں
کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں
کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں
کبھی دل کو سازِ حرم دیکھتے ہیں
کبھی کیفِ ام السلم دیکھتے ہیں
کبھی برکتِ ملتزم دیکھتے ہیں
ہے کیا بات نام ان کے آتے ہی لب پر
ہم اخترؔ تری چشمِ نم دیکھتے ہیں

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی ایک سنہری کڑی، یادگار حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ، سراپا شفقت و کرم، سراپا عشق و محبت اور سوختہ جان از عشقِ حق حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی بھی ہیں۔ حضرت مولانا صاحبِ نسبت بزرگ تھے، حضرت سے فیض اُٹھانے والوں میں مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے اہلِ علم حضرات بھی شامل تھے۔ خود عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کا آغاز حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی صحبتوں اور دینی مجالس میں ہوا۔

زیرِ نظر کتاب "صدائے غیب" عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ضبط کیے گئے حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و ملفوظات پر مبنی مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کا نام خود مولانا محمد احمد صاحب نے تجویز فرمایا تھا۔ چوں کہ حضرت مولانا خود حاملِ دردِ دل تھے لہٰذا ان کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے الفاظ بھی سوز سے بھرے ہوئے تھے جو دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ لگا دیتے تھے۔ حضرت کو شاعری کا بھی ذوق تھا، آپ رحمہ اللہ کا ایک مجموعہ کلام "عرفانِ محبت" کے نام سے چھپ کر مقبولِ عام ہو چکا ہے۔